

ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

کونل جوئیہ



# ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

کونل جوئیہ

پھڑ پھڑاتی ہے بانیں آنکھ مری  
ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی  
اپنی دیرینوں کا میں کونل  
دوش سارا نصیب کو دوں گی

نوفس پبلیشرز

**Tehzeeb**  
INTERNATIONAL PUBLICATIONS  
+92-300-8881856, 300-3738564



# ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

شاعرہ

کوئل جوئیہ

ناشر: تہذیب انٹرنیشنل پبلیکیشنز

بہاول پور، لاہور، اسلام آباد، کراچی

Email: tehzeebinternational@gmail.com

+923003738564, 3334076188, 3008881856

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب.....ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی

شاعرہ.....کوئل جوئیہ

کمپوزنگ & ڈیزائن.....محمد یونس عطاری

بار اول.....اکتوبر 2013ء

تعداد.....1000

صفحات.....160

قیمت.....300

پبلشر.....سید فہیم رضا کاظمی

مطبع.....گردیزی پرنٹنگ پریس بہاولپور

اسٹاکسٹ.....شعب ایک ایجنسی نیو اردو بازار کراچی

A book of Poetry..... Aisa Lagta hai Tujh ko kho Doon gi

Written By ..... Komal Joya

Published.....1 Eddition in October 2013

Contact in Pakistan.....Faheem Kazmi. 0300-3738564

Contact in Germany.....Shafiq Murad 0049-692-0791238

Contact in Uk.....Muzaffar Ahmad Muzaffar 0044-741-1068061

Price : Dollar 10 : Pond 10

Under the organisation of :-

Sharif Academy Germany

.....Fa.  
Kazmi\Title  
Pics\Sharif  
Acadmy.jpg not  
found.

## انتساب

دکھ اور سکھ کے ہر موسم میں شریک

اپنے شریک حیات

علی عمران

کے نام ---

کوئی جوئیہ

## تعارف

نام --- کوئی جوئیہ

زوجہ --- علی عمران رانا

تعلیم --- ایم۔ اے، بی ایڈ

اردو شاعرہ، نثر نگار، افسانہ نگار

وائس چیئر پرسن: فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان

فتویٰ نہ لگا داعظ گر عشق گناہ ہوتا

رب عشق زلیخاء کو یوسفؑ نہ عطاء کرتا

Email: komalalikomal786@gmail.com

Web: <http://www.bio-bibliography.com/authors/view/15183>

- 17 دشت جیسے کے خزیںوں کے لئے بہتر ہے 36
- 18 گھر کے آنگن کے حصے بخرے ہوتے ہیں 38
- 19 یوں تو مجھ کو بھی وہ تلواریا کرتا ہے 40
- 20 صدائے آخر شب پر بہت رنجور تھی لڑکی 41
- 21 کہاں یہ شوق کی رُت ساتھ چلنے والی ہے 42
- 22 کیوں یہ بے فیض کرامات طلب کرتا ہے 44
- 23 بے کار رشتوں میں زمانے گنوا دیے 46
- 24 سب ہی نکلے ہیں زر خرید کواد 48
- 25 کیسے آؤں میں تیری بانہوں میں 50
- 26 ہم اپنا نقش ایسا آخر دم چھوڑ جائیں گے 52
- 27 کبھی فرقت کبھی قربت سے کیا لینا مجھے پھر 54
- 28 بس ایک راہ کوئی دیکھتا نہیں رہتا 55
- 29 مسافر کو ہمیشہ کی مسافت مار ڈالے گی 57
- 30 شہر کا شہر مجھ پہ بنتا ہے 59
- 31 کبھی حسن و محبت کی علامت ہم بھی ہوتے تھے 61
- 32 کہا تھا جس کو محبت سے تو تراش مجھے 63
- 33 مری محبت کی سلطنت کو زوال آیا تو کیسے آیا 64
- 34 یا رنگ و قابین کرا نکھوں میں ٹھہر جاؤ 65
- 35 زلفوں کو تیری زنجیر کی صورت دینی ہے 67

## فہرست

نمبر شمار

صفحہ نمبر

- 1 کوئی جوئیہ کی شاعری.... کرنل مقبول حسین کاظمی 10
- 2 حساس شاعرہ.... شفیق مراد 12
- 3 جدید لہجے کی توانا شاعرہ.... اختر عبدالرزاق 14
- 4 محبتوں کی امین شاعرہ.... ایم زید کنول 16
- 5 کوئی جوئیہ کی شاعری.... اکبر بخاری 18
- 6 دلکش انداز کی شاعرہ.... میاں محمد سعید 18
- 7 کوئی جوئیہ کا مجموعہ کلام.... ارتضیٰ کاظم 19
- 8 معروف شاعرہ کوئی جوئیہ.... اعجاز کاظمی 20
- 9 کوئی جذبوں کی شاعرہ.... فہیم کاظمی 21
- 10 اثاثہ حیات.... کوئی جوئیہ 22
- 11 حمد باری تعالیٰ 24
- 12 نعت رسول مقبول ﷺ 25
- 13 بارش سنگِ ملامت میں اکیلی کوئی 26
- 14 پہلے منصف کو سردار پکارا جائے 28
- 15 فقط وجود میں تیرا مال رکھا ہے 30
- 16 قسمت کا اس طرح سے ستارہ سفر میں ہے 32
- 17 بہت معصوم جذبوں کا ہوا گلہارا آنکھوں سے 34



35	اُن سے ملنے کے امکان نکالا کرتے تھے	69	54	بازار میں لائی ہوئی سر عام لگا دام	101
36	جا کے سحر میں بس	71	55	کہاں پہ اس کا کوئی عدد تھا ہوا سے پہلے	103
37	جو رین خوف و ہراس ہیں تجھے کیا پتہ	73	56	وہ خود کو وصل کی ہر شرط سے آزاد رکھتا ہے	105
38	یہ تیر کیسے لوں کی کہاں سے چھوٹا ہے	75	57	نہ جی اور نہ ہی برملا لینے کی عادت تھی	106
39	یا ہجر کی بدن سے اذیت نکال دے	76	58	جب رُکے ابرو آب چوکھٹ پر	107
40	جناب عشق گزارش برانہ مانیں حضور	78	59	ہونا ہے در عشق کا پابند مجھے بھی	109
41	بے وجہ کے احسان اٹھاتے بھی نہیں ہم	80	60	محبت میں یہ دل ایسے دلائل میں الجھ جاتا	110
42	اک نئے عزم کی بنیاد اٹھانی ہوگی	82	61	لہو کے دریا کو اب روانی نہیں ملے گی	112
43	کچھ تو وہ بھی مصلحت اندیش ہیں	83	62	غفلت گناہ ثواب ازدارین عشق سے	113
44	جب بھی وہ شخص مرا نام پکارے کوئی	85	63	موج دریا کی روانی سے نکل جائے گا	114
45	کون دیکھے کیا ہوا ہے حادثہ بازار میں	87	64	قصہ جو گردش ایام کا نکلا ہوتا	115
46	تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں	89	65	عشق کے پیچ و خم سے سنا واقف	116
47	کواکب لہر امید نہ پایا ہم نے	91	66	نظر میں صرف سنگ میل کو رکھا ہوا ہے	118
48	تری بستی میں پہرے تھے سنا ہے	93	67	ہر ستم مجھ سے ہی منسوب سمجھنے والے	120
49	جذبوں کے گہر مجھ میں کبھی رونا نہیں	95	68	ہم نے سوچا ہے جائیں تو اکیلے جائیں	122
50	میرا تختہ اجڑا ہے میرا تاج ٹوٹا ہے	96	69	میرے مقصود میں خوشی نہ رہی	123
51	آج تقسیم عشق ہوئی گئی	97	70	ہم اہل دل کسی آہ و فغاں کی زد میں ہیں	125
52	تجھی تو آنکھ کا موسم نیا معلوم ہوتا ہے	99	71	حقیقت ہر کسی میں برملا تقسیم کرتا تھا	126
53	جو دیا آنکھوں میں ہے اسکی ضیاء کچھ اور ہے	100			

- 73 یہ واقعہ ابھی فراموش ہونے والا تھا 127
- 74 چراغ شب کی ضیاء پر تک اُداس رہی 129
- 75 کریں گے روشنی کا انتظام پہلے سے 131
- 76 اس شہر میں ارباب گناہ کون بنے گا 132
- 77 مت خفا ہو نہیں تو رودوں گی 133
- 78 الوداع آخری سلام کے ساتھ 135
- 79 ہوائے شام سے کہتا تھا یہ شجر کا سکوت 137
- 80 شام رنگ، شام عزا دار بھی ہو سکتی ہے 138
- 81 میرا بھی مقدر تھا کچھ کہانیوں جیسا 139
- 82 نہ پوچھو عہد جنوں کی ستم گری لو کو 141
- 83 چمکھڑنے پہ ہودل مائل مجھ یا نہیں لگتا 143
- 84 حب غنا کپہ رکھے ہوئے ہیں 144
- 85 ہم اہل عشق خواب گہروں پر کہانیاں 146
- 86 کیا باتوں جو مجھ پہ جیتی پھر 147
- 87 یہ دل ملنے کی شیر یار میں ضد باندھ لیتا ہے 148
- 88 مجھ کو ایسی محبت نہیں چاہیے 149
- 89 شکستہ خواب کو زندان میں رکھا ہوا ہے 150
- 90 محبت نام کی چٹیا 152
- 91 یہ نہ ہو جسم اذیت کی لحد کو پہنچے 154
- 92 منفرد اشعار 156

## کومل جوئیہ کی شاعری

جنوبی پنجاب کی جانی بچانی شاعرہ کومل جوئیہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی شاعری اگر چہٹی ہے مگر ان کے پختہ خیالات ان کی شاعری کے پرتو کے آئینہ دار ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ ہر انسان محبت کے عمل سے ٹوٹ پھوٹ کر گر رہتا ہے یوں یہ سزا کٹر لوگوں کو شاعری کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔

کومل جوئیہ ایک حساس اور ذہین خاتون ہیں۔ زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھتی ہیں اور یوں وہ زندگی کے نشتر سمہ کر حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ داخلی اور خارجی احساسات کے اثرات ان کی شاعری پر گہرا اثر رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری میں رومان کا پہلو ہمیں اُجاگر دکھائی دیتا ہے۔ ان کی شاعری انسانی رشتوں سے جڑی ہوئی ہے۔ ان کی شاعری میں اخلاقی اور معاشرتی رویوں کی جھلک واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ وہ جتنی طور پر بالغ نظری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور یوں شاعری ان کے شعور کی سطح سے ٹکرا کر خوبصورت مصرعوں میں ڈھل جاتی ہے۔

شاعری میں جن دلال کا ہونا ایک فطری عمل ہے۔ ان کے خیالات و افکار میں رنگینیت کے عنصر سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی حساس طبیعت کی مالک ہیں اس لئے ان کی شاعری ابھرتی اور ڈھلتی لہروں کی مانند ہے۔ وہ درختوں، تلیوں اور رنگوں کے عمیق مشاہدے کے نتیجے میں تماشائی نگاری بھی مہارت سے کرتی ہیں۔

شاعری یقین و گمان کا مجموعہ ہے۔ ان کی شاعری بھی یقین و گمان کی گرفت میں بندھی دکھائی دیتی ہے۔ محبت ہر عورت کی بنیادی سوچ ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کی شاعری میں ہمیں یہ سوچ خاصی مضبوط دکھائی دیتی ہے۔

فنی طور پر ان کی شاعری کو عروض و اوزان پر پوری اترتی ہے ان کو اس فن کے دیگر پہلوؤں پر غور فکر کی ضرورت ہے۔ ان کے استعارے، ترکیب اور خیال انتہائی جاذب نظر اور بہت ہی بے مثال ہیں۔ غزلوں میں ان کی خصوصی توجہ سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ بنجیدہ



کام کرنے کی آرزو مند ہیں۔ وہ لغتِ اردو اور تلفظ کی بنیادی ہیئت سے بخوبی آگاہی رکھتی ہیں۔ قاری یہ بھی اندازہ لگا لیتا ہے کہ ان کی شاعری کے پیچھے مطالعہ کا بے حد عمل دخل ہے۔ ہجر وصال کا تصور کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ کوئی کی شاعری میں زندگی کے یہ پہلو بڑی خوبصورتی سے بیان کئے گئے ہیں۔

ان کے چند شعر ہمیں ان کی شاعری سے روشناس کرائیں گے:

غلامِ عشق ہے جو بھی کہو گے بندہ پرورا تمہارے حکم کی تعمیل کو رکھا ہوا ہے

آج ڈالے گا دیکھنا کیسے مرقدِ عشق پہ دھمال دیا

جشنِ تیرہ شی منانا رہا ایک ٹوٹا ہوا سقال دیا

وہ شخص سب کے لیے کتنا ڈنوا زہوا خفا جو مجھ سے ہوا تو بلا جواز ہوا

انا تھی ایک طرف ایک طرف محبت تھی مرے لئے تو بڑا سخت یہ محاذ ہوا

تم تھے اسیرِ قفسِ انا اور ہم تھے اسیرِ شہرِ وفا

جہاں پہ ہم کو چھوڑ گئے تھے وہیں پہ پایا برسوں بعد

زندگی کی کئی جہتیں ہیں ان میں تغافل، ہجر، وصال، جنون، پردگی،

بے اعتنائی، خوشی اور غم جیسے کئی محاسن ہیں جن سے آشنائی ہوتی ہے۔ اپنی شاعری میں ان

جہتوں کو موتیوں کی طرح پروانہ فنِ شاعری کا سلیقہ ہے اور کوئی جوئیے میں یہ پہلو بدرجہ اتم پایا

جاتا ہے۔ نہائی شاعری میں کئی نام سامنے آئے ہیں اور اب کوئی جوئیے کا نام اس میدان میں

ایک خوش آہنگ نام ہے یقیناً ان کی شاعری کے لہجے کو جدید کلاسیکی طرز کا حسین امتزاج کہا جا

سکتا ہے اور وہ قارئین سے پذیرائی حاصل کریں گی۔

**کرنل سید مقبول حسین کاظمی** (ستارہ امتیاز)

چیئر مین حرفِ اکادمی پاکستان (راولپنڈی)

20 ستمبر 2013

## حساس شاعرہ کو مل جوئیہ

"ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کبیر والا سے تعلق رکھنے والی شاعرہ، کوئی جوئیے کے تخلیقی سفر کا نکتہ آغاز ہے۔ کہا جاتا ہے سفر وسیلہٴ ظفر ہے، شاعرہ کی کامرانیوں کے لئے ہم دل کی گہرائیوں سے دعا کو ہیں۔ زیر مطالعہ مجموعہ مجھے اسی دھرتی پہ اپنی دانش کے چراغ روشن کرنے والے سلطان الہند جیسی نابھہ روزگار کتاب کے مصنف اور تہذیبِ انٹرنیشنل پبلی کیشنز کے میجنگ ڈائریکٹر نجم کاظمی کی وساطت سے ملا ساتھ ہی انتہائی محبت سے اس پر اظہارِ رائے کا بھی کہا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کوئی کی شاعری بھی اسی آشوب کا حصہ ہے، جس نے ہماری روایتوں کو نگل لیا۔ محبت، جو اس کائنات کی بنیاد ہے، اس بنیاد کو تاننا کھوکھلا کر دیا گیا کہ یہ عمارت منہ کے مل زمین بوس ہو گئی۔ روح کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ دلوں کے بات پرانے ہو گئے۔ ایسے میں ہر رشتہ اپنا اعتماد کھونے لگا۔ ایسے میں حساس شاعرہ کو محبت کے عدم تحفظ کا شدت سے احساس ہونے لگا۔ وہ کہتی ہے۔

یہ بھی بھیجی کی جو رات ہے مرے ہم نشین

یہ سیاہیاں مجھے راس ہیں تجھے کیا پتہ؟

شاعرہ ان لہجوں کی یاد دلاتی ہے جب ہر سو محبت رقص کرتی تھی۔ سارے بہانوں میں ایک

نئی بہانہ تھا۔ محبت اور محبت کے مارے اس کے لئے کتنے معصوم بہانے تراشتے تھے، گاہ

چھت پر جانے کے لئے کبھی چڑیا کے بچے پالنے کے بہانے۔ کبھی کبوتر کو دانہ ڈالنے کا

جواز۔ اور پھر محبت سے بھر پور دہلے کتنے جاوداں تھے، جہاں ناراضگیاں بھی محبت کا روپ

تھیں کہ جن کا زلزلہ ایک سرخ گلاب کرتا تھا۔

بس ایک ہی عزم تھا۔

اس کو حاکم مان لیا جب دل کی بستی کا

خود کو میں نے اب جاگیر کی صورت دینی ہے

شاعرہ ان لہجوں کے حصار سے نکلنا نہیں چاہتی۔ وہ اس سچ سے بھی خوفزدہ ہے جس کا اظہار



لہجے میں ارتعاش پیدا کر دے اور پھر خوابوں کی لاش اٹھانی پڑے۔

سگ رہی ہیں دلوں میں اوتیتیں کیسی  
بدن کی شاخ پر اک آبلہ سا پھوٹا ہے  
میں تھک گئی ہوں ہر قدم اک امتحان سے  
غیر رواں ذرا سی اب فرصت نکال دے

کوئل جوئیے کی شاعری ان ہی امتحانات کا شاخسانہ ہے جو قدم قدم پر خار و گستان بن کر لیو لہان کرتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی یادوں سے مشام جان کو معطر کرنے کے لئے گلابوں کو بوسہ دیتا پڑتا ہے، خوابوں کی کرچیوں کو پلکوں سے چننا پڑتا ہے، مزارِ دل پر چہرے اٹھ کر پڑتا ہے۔ یہی محبتوں کے میزان ہیں جہاں کھوئے جانے، چھن جانے کا احساس اپنا پلڑا بھاری رکھتا ہے لیکن محبت کا یہ سفر جو سدا سے جاری ہے اسی طرح مرادوں کے کوہِ پختا رہے گا کہ یہی زندگی کی رعنائیاں ہیں۔

شریف اکیڈمی کے زیرِ اہتمام چھپنے والی یہ کتاب دنیائے ادب میں خوبصورت اضافہ ہے۔

## شفیق مراد

چیف ایگزیکٹو: شریف اکیڈمی - جمہوری

13 اکتوبر 2013ء

## جدید لہجے کی توانا شاعرہ

لگنے دنوں میں ڈاکٹر فہیم کاظمی نے موبائل SMS-MAG کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا بعد میں جناب رضا ثوانہ مرحوم نے اسے اپنی سرپرستی سے نوازا (یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے) اس میں بہت سے معروف شعراء سے تعارف ہوا اور ان کی شاعری پڑھنے کا موقع ملا اور پھر اس میگ میں ایک دن اچانک کوئل جوئیے کی شاعری پڑھنے کوئی پڑھ کر بڑی حیرانی ہوئی کوئل کا تعارف ایک مبتدی شاعرہ کی حیثیت سے کرایا گیا تھا لیکن شاعری، تعارف کے بالکل برعکس کچھ اور ہی کہہ رہی تھی، پھر اس کی کچھ اور غزلیں پڑھنے کو ملیں اور پھر ان غزلوں کا انتظار رہنے لگا اور کوئل کی شاعری کچھ ہی دنوں میں اس میگ کے سب شاعروں کی پسندیدہ شاعری بن گئی اس سے پہلے کہ میں کوئل کی شاعری پہ کچھ ہوں میں میرا احمد نواز کا ایک جملہ آپ کے کوش گزرا کر مچا ہوں گا "مسئلہ یہ نہیں کہ ایک شاعر کو کیا کہنا چاہیے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاعر کو کیا نہیں کہنا چاہیے" کوئل نے شائد یہ لائنیں مجھ سے پہلے پڑھ لیں تھیں۔ اس لیے اس نے وہ کبھی نہیں لکھا جو اسے نہیں لکھنا چاہیے تھا۔ کسی صحرا کی تپتی ریت پر سنگے پاؤں چلنے والی محبتوں کی مٹلاشی ایک آبلہ پالڑی جب تھک کر کسی مرغزار میں ایک شجر کے تلے لیجھ کر سوتلے کے لئے رکے تو آبلوں کے رستے پانی سے صحرا کی گرم ریت پر جو تحریر ابھرتی ہے اگر وہ غزل شاعری کا روپ دھارے تو کوئل کی غزل ہو جاتی ہے۔ کوئل اپنے جذبوں کو بڑی صداقت سے لکھتی ہے اور جیسا لکھتی ہے بھیہہ پیش کر دیتی ہے سچ کہنے میں اسے کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی اس نے شاعری کا جدید لہجہ اپنایا ہے لیکن روایت کا ساتھ نہیں چھوڑا، اس کی شاعری روایت اور جدیدیت کا حسین استخراج ہے کوئل لفظوں کو تراش کر لکھتی ہے رومانس میں اس کا اپنا الگ انداز ہے وہ وقار اور حیاء دونوں کی قائل ہے اس کا رومانس احساس کے ان کوشوں کو بھی گدگداتا ہے جہاں عام طور پر کد گدی نہیں ہوتی اسے محبت میں بھی انا کا خیال رہتا ہے اس کا کہنا ہے۔



تری غزلوں میں جو اک الہرا ہے میں نہیں ہوں  
مرے شاعر تری شہرت سے کیا لینا مجھے پھر

وہ غزل میں جمالیات کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے جب وہ غزل کہتی ہے تو لگتا ہے کہ اپنے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرنے میں مصروف ہے، وہ داخلی کیفیات کو بڑی خوبصورتی سے پینٹ کرتی ہے لیکن جب بھی خارجی اور معاشرتی مسائل پر قلم اٹھاتی ہے تب بھی عہدہ مد نظر آتی ہے میری مجبوری یہ ہے کہ اس کا کلام تحریری طور پر میرے پاس موجود نہیں ہے ورنہ اسکے بہت سے خوبصورت اشعار میں آپ کی نظر کرتا۔

کوئل میں بڑی شاعرہ بننے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کو کتنا اور کیسے استعمال کرتی ہے۔ کوئل کے کلام میں چھوٹی چھوٹی وہ تمام خامیاں اور کمزوریاں بھی ملتی ہیں جو ارتقائی منزل طے کرنے والے تمام مبتدی شعراء میں ہوتی ہیں اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس کی جدوجہد میں مددگار بننے ہوئے درگزر سے کام لیتے ہیں یا حوصلہ شکنی کرتے ہوئے نکتہ چینی کرتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم کوئل جوئیے کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور اس کا ہمیشہ مددگار رہے (آمین)

## اختر عبدالرزاق کراچی

28 ستمبر 2013

## کومل جوئیہ محبتوں کی امین شاعرہ

جنوبی پنجاب کی زرخیز سرزمین ہمیشہ ہی علم و ادب کا گہوارا رہی ہے۔ آج بھی اس سرزمین پر سید فاتح واسطی، رضا ثوانہ (مرحوم)، اکبر بخاری، ڈاکٹر فہیم رضا کاظمی اور افضل چوہان جیسے سپوت ادب کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ خواتین میں مسرت کلاںچوی جیسی باکمال لکھاری ساری دنیا میں اپنی دانش کا لوہا منوار رہی ہیں۔ اسی قبیلے میں کوئل جوئیہ ایک نیا اور خوبصورت اضافہ ہے۔ "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کوئل کی شاعری کا پہلا مجموعہ ہے، جو مجھے شاعر اہلیت، محقق، ادیب، دانشور، ڈاکٹر فہیم کاظمی نے خصوصی تاکید کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں اس پر رائے زنی کروں۔ یہ کام صرف ڈاکٹر موصوف بھی کر لیتے تو حق ادا ہو جاتا کیونکہ مجھے تو کوئل کی شاعری پڑھنے کی سعادت بھی اُن کے فردوغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان ایس ایم ایس میگ سے ہی ملی۔ کوئل جوئیہ کوئل جذبوں کی، محبتوں کی امین ایسی شاعرہ ہے جو بارش سنگِ ملامت میں اکیلی ہو کر تنہائی کو اپنی سہیلی مانتی ہے۔ وہ زندگی سے پوچھتی ہے رازِ محبت کیا ہے اور پھر خود ہی پنکا راٹھتی ہے۔

مجھ پہ اک رنگ محبت کا چڑھایا جائے

مجھ پہ نفرت کا لگا رنگ اُتارا جائے

وہ جانتی ہے کہ نفرت کے پیر بن تھے الفت کی طلسمی پوشاک بھی چیتھڑوں میں بٹ جائے گی۔ دوسری طرف شاعرہ کو اپنی رائیجانی کا بھی احساس ہے۔ جس کا اظہار کرنے کے لیے کسی ہمد کی متلاشی ہے۔

گلہ کس سے کروں اُس شخص کی نا آشنائی کا

جو سارے خواب میرے کر گیا مسمار آنکھوں میں

جب تباہ کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی تو شاعرہ جسے ہر پل کھودینے کا ڈر ہے، مفاہمت کا راستہ تلاش کرتے ہوئے بڑے سامان کے ساتھ یہ تجویز رکھ دیتی ہے کہ کم از کم خوشی سے

الگ ہونے کے بعد کبھی ملنے کا امکان تو رہے گا۔

ساتھ جب رہی نہیں سکتے وفا، میں اور تم  
تو ٹکھڑا جانا ہی تینوں کے لیے بہتر ہے

آج معاشرتی قدریں جس طرح شکست و ریخت کا شکار ہو رہی ہیں انھوں نے ہمارے  
سماجی ڈھانچے کو لرزا کر رکھ دیا ہے۔ وہ گھر جو محبتوں کا امبر تھا وہاں جسے بخرے ہوئے تو  
چولہے بھی الگ ہو گئے۔ جب ساتباں ہی نہ رہا تو سایہ دیوار کہاں؟

جب کڑی دھوپ اتر آتی ہے سر پر لوگو  
کون پھر سایہ دیوار دیا کرتا ہے

کوئل کی شاعری ہجر کا نوحہ بھی ہے، بے کار ریشموں میں گزرنے والے لمحوں کی راپگانی کا  
احساس بھی ہے اور محبتوں کی دنیا آباد کرنے کی خواہش لیے قریبوں کی طلب بھی، اور عشق کا  
ایسا نادان بھی کہ جس کے عوض اپنے سب خواب بھی دینے کو تیار ہے۔

اگر نادان مانگا ہے تو پھر سب خواب لے لو  
تمہارے بعد اس دولت سے کیا لینا مجھے پھر

کوئل جوئیہ آپ کے سب خواب سلامت رہیں اور آپکا دامن ہمیشہ خوشیوں سے بھرا  
رہے۔ آپ کو فی شاعری کے سفر کے آغاز پر مبارکباد دیتے ہوئے آپکی کامرانیوں کے لئے  
دعا گو ہوں۔

### ایم زیڈ کنول

منیجنگ ڈائریکٹر نابھہ پبلی کیشنز لاہور

ایڈیٹر احساسِ حرمی

12 اکتوبر 2013

### دلکش انداز کی شاعرہ

جنوبی پنجاب کی شاعرات میں کوئل جوئیہ کا نام جانا بچھا ما ہے، کوئل جوئیہ بہت کم وقت میں  
وہاں پہنچی گئی ہیں جہاں کافی وقت اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اردو ادب کی ہر صنف میں  
بہت دلکش انداز میں طبع آزمائی کرتی ہیں انہیں بار بار پڑھنے کو دل کرتا ہے ان کی پہلی کتاب  
"ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" بہت اچھا اور خوبصورت کلام کا مجموعہ ثابت ہوئی جسے قارئین  
بے حد پسند کریں گے۔

میری دعا ہے کہ اس خوبصورت خیالات کی شاعرہ کو اللہ تعالیٰ مزید ترقی دے  
شاعری کے آسمان پر ستاروں کی طرح چمکے (آمین)

**میاں محمد سعید چیف ایگزیکٹو (بائوبیوگرافی ڈاٹ کام)**

(www.bio-bibliography.com)

### کوئل جوئیہ کی شاعری

کوئل جوئیہ کی شاعری میں ایک سخت جان عورت حالات سے مردانہ وار لڑنے  
والا ایک جفاکش مرد جھلکتا ہے یہ بات نہیں کہ ان کی شاعری میں کوئل اور لطیف احساسات  
کی کمی ہے ہرگز ایسا نہیں یہ جذبات و احساسات تو ہر خاتون شاعر کی شاعری کا خلاصہ ہے۔  
میں نے تو ان کی شاعری اور شخصیت کے ان پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کی ذات  
میں اضافی محسوس کیے ہیں۔

خدائے بزرگ و برتر ان کو خالص اپنی پناہ میں رکھے (آمین)

### سید اکبر بخاری

(چیئر مین ادارہ فروغِ تعلیم و ادب شجاع آباد)

25 ستمبر 2013



## کوئل جوئیہ کا مجموعہ کلام

زیر نظر مجموعہ کلام "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کوئل جوئیہ کا پہلا شعری مجموعہ ہے جو مجھے انجی المکرم جمیم کاظمی کی وساطت سے ملا اور ساتھ ہی اس پر اظہار رائے کا حکم بھی فرمایا گیا۔ محترمہ کوئل جوئیہ کا کلام پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ محترمہ نے فن لرزیدہ بدن کو قوت فکر سے ہی سرفراز نہیں کیا ہے بلکہ چشم فکر ہستی کو بدن ندرت خیال عطاء کر دیا ہے کوئل جوئیہ کی شاعری میں محاسن کلام خود اپنی جھیل آفرینی اور معرفت کا خوب اظہار کرنے پر فاخر و مازاں بھائی دیتے ہیں کوئل کے کلام میں محاورہ بندی کو بھی نہایت عمدہ قرینے سے صرف تحریر کیا ہے۔ کوئل جوئیہ غزل کے تمام مضامین کو سلاست و روانی، تواتر کے سانچے میں ڈھالنے کے ہنر سے بحر و در ہیں۔ بطور شاعرہ کوئل فن و ادب کے گہرے ربط سے مربوط ہونے کے ساتھ ساتھ علم عروض پر بھی دسترس رکھتی ہیں ان کے خیالات میں ایک خوبصورت تاثر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ کوئل جوئیہ کے لئے بارگاہ الہی میں بالوساطت امیر ممکنات سراپا دعا ہیں کہ موصوفہ کا یہ مجموعہ کلام رفعت فکر کے مقام تک جاپہنچے (آمین یا رب العالمین)

احقر الکونین ارتضیٰ کاظم شیخ پورہ

13 ستمبر 2013

## معروف شاعرہ کوئل جوئیہ

کوئل جوئیہ نے زندگی اور شاعری دونوں کو ایک ہی انداز میں برتا ہے زندگی کی صعوبتیں، مشقتیں، کرب اور عشق و محبت کے حسین رنگوں کو اپنی شاعری کے شیشوں میں انڈیل کر انہیں سماعتوں اور بصارتوں کے آئینہ خانوں میں سجا دیتی ہے اور پھر کچھ ان کے حروف اور کچھ ان کی آوازیں دیدہ و دل کی جڑ احوں پر راحوں کے خلاف چڑھاتی رہتی ہیں وہ لفظوں کی آواز کا سرچشمہ بھی اور خیال و آگہی کے سرگم کا کوئل تیر بھی ہیں کوئل آج کی شاعرہ ہیں کل کے دکھا سکی شاعری میں امانت کے طور پر مدفون ہیں جنہیں آنے والے کل کے سپرد کرنا ہے کوئل جوئیہ کا پہلا مجموعہ کلام "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" پڑھنے کے بعد یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ آنے والے دنوں کی قد آور شاعرہ ہیں۔ کوئل جوئیہ کے اندر کا مضطرب فنکار ابھی اور بہت کچھ تراشے گا بہت کچھ جو اسے اس کے فن سمیت قیامت قامت منانے کے ہنر واقف ہے۔

## اعجاز کاظمی

جنرل سیکرٹری فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان

15 ستمبر 2013

آبروئے مازنام مصطفیٰ ﷺ است

## کومل جذبوں کی شاعرہ

شاعر کے اور عام آدمی کے دل میں خاص فرق ہوتا ہے شاعر وہ سب کچھ محسوس کر لیتا ہے جو عام آدمی نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک شاعر کو جب پیدا کرتا ہے اس کے سینے میں حساس دل رکھ دیتا ہے جو حسن و عشق کی نزاکتوں، لہائتوں دکھ اور خوشی کے جذبات، ہجر و فراق کے عذاب اور وصال کی لذتوں کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کے عرفان اور دنیا کے معمولات کو خاص کیفیت سے محسوس کرتا ہے پیاری بہن "کومل جوئیہ" کی شاعری ان کی قلبی کیفیات کا آئینہ ہے جس میں غلوں، درد انکساری، عاجزی اور سادگی کا عکس نظر آتا ہے ان کی غزلیں اور نظمیں زندگی کے لطیف جذبوں سے لبریز ہیں یہ کومل جذبے قلبی تعلقات کی بنیاد ہیں جن کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے۔

"ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" کومل کا پہلا مجموعہ کلام ہے ان کی غزلیں چھوٹی بڑی ہر طرح کی بحر و نظم میں ہیں ان میں کافیہ اور ردیف انوکھے اور نئے قسم کے ہیں تخیلات، تشبیہات اور استعارات کا خوبصورت امتزاج ہے۔

میری دعا ہے کہ ان کی یہ کاوش کلام علمی، ادبی اور عوامی حلقوں میں مقبولیت حاصل کرے۔ اللہ رحمان و رحیم کومل جوئیہ اور ان کے ادبی جذبوں کی عمر دراز فرمائے (آمین)

**فہیم کاظمی** (پنا سچ ڈی رولڈیئر)

چیز مین فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان۔

میڈیکل ڈائریکٹر، تہذیب انٹرنیشنل، بلیکسٹر

9 ستمبر 2013

## اثاثہ حیات

شاعری جذبات و احساسات کا وہ آئینہ ہے جو اندرونی کیفیات کو عکس کرتا ہے جبکہ آنکھیں خواب دیکھنے کا ہنر سیکھ لیتی ہیں تو شعور و آگہی کے بہت سے در واد ہو جاتے ہیں ہجر کا موسم ہو یا وصال کا رنگ نفرت کی صورت ہو یا محبت کا اظہار، ہر شاعر اپنی قلبی کیفیات و لفظوں کے پیرا میں لپیٹ کر اپنی اندرونی کیفیات کی تسکین کا سامان کرتا ہے میں نے جب فہم و ادراک کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو اپنے اندر تھگی کا ایک بحر بے کراں پایا۔ اضطراب اور بے چینی میں اس وقت ٹھہراؤ پیدا ہوا جب شب بیداری کی کیفیت میں کچھ لفظوں کو جوڑ کر میں نے تخیل کے سانچہ کو ڈھالنے کی کوشش کی لیکن یہ ٹھہراؤ کی کیفیت عارضی ثابت ہوئی، تھگی مزید بڑھتی رہی اور یوں میں اپنے ہونے نہ ہونے کے عوامل تلاش کرتی ہوئی نئے راستے پر چل نکلی جس میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے کئی بار عورت ہونے کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔ بارہا قلم ہاتھ سے چھوٹا بارہا مخلص احباب نے پھر سے قلم ہاتھ میں تھا دیا مجھے یا نہیں شاعری کا اصل محرک کیا تھا مگر رکوں میں دوڑتے اضطراب کو کون میسر آنے لگا تو باقاعدہ طور پر 1998ء میں، میں نے معاشرتی تبدیلیوں، خاندانی رسم و رواج اور نامساعد حالات کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا میری خوش قسمتی ہے کہ میرے لیے درست سمت کا تعین کرنے والے میرے مخلص احباب کا بھرپور تعاون میرے ساتھ ساتھ رہا، جنہوں نے مجھے احساس دلایا کہ یہ مواد کتابی صورت میں سامنے آنا بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں اپنے شریک حیات علی عمران کی جنہوں نے ہر لمحہ میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مجھے آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ یہ حوصلہ میرے لیے زار واد بنا، میں احسان مند ہوں اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر سید جمیم کاظمی کی جنہوں نے مجھے بڑے پھلے کی پہچان کرائی اور نہ صرف کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں ہر قدم پر میری رہنمائی کی بلکہ



عام زندگی میں بھی میری مشکلات کو ہل کرنے میں ان کا تعاون شامل رہا۔ مرحوم و مغفور رضا نوانہ صاحب نے ہمیشہ اپنی بیٹیوں کی طرح میری حوصلہ افزائی کی۔ جناب کرنل سید متبول حسین کاظمی، فردغ ادب فاؤنڈیشن کے معزز اراکین جناب محترم سید ابن عظیم قاضی، جناب اختر عبدالرزاق، جناب محترم اکبر بخاری، محترمہ ایم زیڈ کنول صاحبہ، جناب سید اعجاز کاظمی، جناب ہمزاد اچوی، بھائی ارتضیٰ کاظم اور بہت سے دوسرے احباب نے حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ تعمیری تنقید سے بھی نوازا جس نے غلطیوں کو سدھارنے میں میری ہر ممکن مدد کی۔ سر زمین کبیر والا کی مقررہ ہوں جس نے میری شاعری کے وصف کو کھلی بانہوں سے خوش آمدید کہا۔ خصوصی تعاون کے لیے میں SPO آرگنائزیشن کی ڈسٹرکٹ کوارڈینیٹر محترمہ سمیرا ستار چوہدری کی ہمیشہ ممنون رہوں گی، میں اپنی اُردو کی نیچر مسٹر رضا شہزاد کی شکر گزار رہوں گی جن کے لفظوں نے ہمیشہ مجھے نئی توانائی فراہم کی "ایسا لگتا ہے تجھ کو کھودوں گی" میری پہلی کاوش ہے جس میں فنی معائب و محاسن بھی ہو سکتے ہیں میں چاہوں گی کہ میرے اناجہ حیات کو آپ لوگوں کی حوصلہ افزائی مل سکے۔

کیونکہ...! اس درجہ بے وصال کو

میں نے قطرہ قطرہ لہو دیا

تو سخن کی فصلیں ہری ہوئیں

دعاؤں کی طالب

کوئل جوئیے بلتان

1 ستمبر 2013

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حمد باری تعالیٰ

زمیں پہ ابر رواں کی صورت  
دلوں میں سو ز نہاں کی صورت  
کھیں کے جیسا مکاں کی صورت  
زمن میں شاہِ زماں کی صورت  
وہ ہی یقیں ہے وہی گماں ہے  
یہ ان سے پوچھو کہاں نہیں ہے  
جو پوچھتے ہیں خدا کہاں ہے؟

## نعت رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆☆☆☆☆

بارشِ سنگِ ملا مت میں اکیلی کوئل  
اور جو کھیلی تو فقط جان پہ کھیلی کوئل

بے صدا شب میں چراغوں کو بجھا کر اکثر  
میں نے تنہائی کو مانا ہے سہیلی کوئل

تم نے اجڑے ہوئے کتبوں کبھی دیکھا ہے  
ایسے ویراں ہے مرے دل کی حویلی کوئل

رگِ جان سے بھی قریب تر، ترا عشق ہے  
مجھے دو جہان سے معتبر ترا عشق ہے !!  
جو عطاء ہوئی تیرے حرف و ظرف کی روشنی  
میری آگہی وہ مرا ہنر، ترا عشق ہے  
میں امیر شہر سے اس لیے ہوں امیر تر  
نہیں پاس کچھ بھی میرے مگر ترا عشق ہے  
میرے بائیں ہاتھ میں بے شمار گناہ سہی  
میرے دائیں ہاتھ میں تاجور ترا عشق ہے  
مجھے سرد و گرم حیات کی نہیں کچھ خبر !!  
کڑی دھوپِ زیست، گھنا شجر ترا عشق ہے

﴿☆☆☆☆﴾



ایک خوشبو مری سانسوں سے الجھ جاتی ہے  
خواب ہے یا کہیں مہکی ہے چنبیلی کوئل

زندگی تو ہی بتا رازِ محبت کیا ہے ؟  
بوجھ پائی نہ یہی ایک پھیلی کوئل

ایک ہی شخص طلب تھا سو وہی خواب ہوا  
پھر دعاؤں کو اٹھائی نہ تھیلی کوئل

میری پلکوں پہ چراغاں ہے تو حیرت کیسی  
تم نے ہجراں کی کوئی رت نہیں جھیلی کوئل

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

پہلے منصف کو سرِ دار پکارا جائے  
موت کے گھاٹ مجھے تب ہی اتارا جائے

ہر کوئی جیت کی اُمید رکھا کرتا ہے  
کون یہ سوچ کے کھیلا ہے کہ ہارا جائے

مجھ پہ اک رنگِ محبت کا چڑھایا جائے  
مجھ پہ نفرت کا لگا زنگ اتارا جائے

بھینٹ ہونا ہے اگر رسمِ عداوت کا مجھے  
میری مرضی سے مرا جسم سنوارا جائے

اس سے کہہ دو کہ چلا جائے کسی دور کے دیس  
وہ قبیلے کے رواجوں پہ نہ وارا جائے

☆☆☆☆☆

فقط وجود میں تیرا ملال رکھا ہے  
بہت دکھوں کو آئندہ پہ ٹال رکھا ہے

تمہیں ملیں نہ ملیں فیصلہ یہ باقی ہے  
ابھی فضاؤں میں سکھ اچھال رکھا ہے

میں لغزشوں میں بھی خود کو سمیٹ لیتی ہوں  
مجھے دعاؤں نے شائد سنبھال رکھا ہے

روک دیتی ہے انا خود کو جھکا دینے سے  
دل یہ کہتا ہے کہ اک بار پکارا جائے

امتحان ہے تو کوئی کچا گھڑا ہی، کوئل  
مجھ کو یونہی تو نہ دریا سے گزارا جائے

﴿☆☆☆☆﴾



ابھی خطوط سچے ہیں مری درازوں میں  
ابھی بھی درد سے رشتہ بحال رکھا ہے

بچا کے رکھنا ذرا اپنی پارسائی یہاں  
قدم قدم پہ فریبوں کا جال رکھا ہے

☆☆☆☆☆

قسمت کا اس طرح سے ستارہ سفر میں ہے  
لگتا ہے کوئی ہجر کا مارا سفر میں ہے!

لا حاصلی کے ہاتھ لگے ہم کچھ اس طرح!  
عمر رواں کا جیسے خسارہ سفر میں ہے

ودیا کی موجِ شمد سے بچتا محال ہے  
اے بادبانِ عشق کنارہ سفر میں ہے

یہ کیسا قرب ہے جو روح مضحل کر دے  
یہ کیسا کیف ہے جس نے غدھال رکھا ہے

ابھی تو چہرہء وحشت کا سامنا ہی نہیں  
ابھی تو آئینہ کوئل نکال رکھا ہے

﴿☆☆☆☆﴾

لوٹا تو اب وہاں نہ کوئی گھر نہ کوئی پیڑ  
جس نے طویل وقت گزارا سفر میں ہے

جلڑا ہوا ہے جیسے کسی باز گشت نے !  
یہ کون درد سے یوں پکارا سفر میں ہے

☆☆☆☆☆

بہت معصوم جذبوں کا ہوا اظہار آنکھوں سے  
ترا اصرار آنکھوں سے مرا انکار آنکھوں سے

حجاباتِ تکلم پر ہوئی حیران پہلے، پھر  
تکلف کی گرانی پڑ گئی دیوار آنکھوں سے !

گمہ کس سے کروں اس شخص کی نا آشنائی کا  
جو سارے خواب میرے کر گیا مسمار آنکھوں سے

اک اضطراب پاؤں سے لپیٹا ہوا ہے آج  
شائد سفر کا پھر سے اشارہ سفر میں ہے

شاید کہ آچکا ہے پڑاؤ کا مرحلہ !  
پھر کیوں بدن ابھی تک ہمارا سفر میں ہے

﴿☆☆☆☆﴾



ابھی ہے منجھ ان میں تہارے ہجر کا موسم  
پگھل جائے گی یہ بھی برف آخر کار آنکھوں سے

کبھی کو ان کہی کر کے اسے جانا ہے سو جائے  
وگر نہ ہم نے تو روکا ہزاروں بار آنکھوں سے

چلو کوئل محبت ہے تو پھر گھل کر بیاں کر دو  
یہ کیا اقرار آنکھوں سے یہ کیا تکرار آنکھوں سے

﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

دشت جیسے کہ خزینوں کے لئے بہتر ہے  
خاک ہی خاک نشینوں کے لئے بہتر ہے

جسکو حالات کی آندھی نے اجاڑا ہو وہ گھر  
بھول جانا ہی مکینوں کے لئے بہتر ہے !

بدگمانی نہ بہا جائے ترے خواب تمام !  
کب یہ طوفان سفینوں کے لئے بہتر ہے

روز ملنے سے محبت کا نشہ ٹوٹتا ہے  
ہجر اب چند مہینوں کے لئے بہتر ہے

جس میں شامل ہو خداوند اطاعت تیری  
بس وہی سجدہ جبینوں کے لئے بہتر ہے!

ساتھ جب رہ ہی نہیں سکتے وفاء میں اور تم  
تو نکچھڑ جانا ہی تینوں کے لئے بہتر ہے!

﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

گھر آنگن کے حصے بخرے ہوتے ہیں  
جتنے بیٹے اتنے چولہے ہوتے ہیں

اپنا حال عیاں مت کرنا لوگوں پر  
لوگ تماشا دیکھنے والے ہوتے ہیں

پیارے ان کو پالا پوسا جاتا ہے  
دکھ بھی اپنے بچوں جیسے ہوتے ہیں



دشت میں کوئی در یا سایہ کوئی نہیں  
صرف بصارت کے یہ دھوکے ہوتے ہیں

اندر گو ہر ہیں کہ پتھر کیا معلوم  
لوگ سمندر جیسے گہرے ہوتے ہیں

☆☆☆☆☆

یوں تو مجھ کو بھی وہ تلوار دیا کرتا ہے  
دار سے پہلے مگر مار دیا کرتا ہے

جن کے شانوں پہ مجھے سر ہی دکھائی نہ دیئے  
یہ قبیلہ انہیں دستار دیا کرتا ہے

اسکی شطرنج کی چالیں بھی عجب ہیں کتنی  
جیت کے مہرے سبھی ہار دیا کرتا ہے

کچے گھر کی قیمت ان سے پوچھ کے دیکھ  
جوفٹ پاتھ پہ تھک کر سوئے ہوتے ہیں

سڑکوں پر جب خون اُچھالا جاتا ہے  
ٹی وی پر بس نعرے، جلسے ہوتے ہیں

ماں کیوں شب بھر سو نہیں پاتی کوئل پھر  
بیٹی کے جب تیور بدلے ہوتے ہیں

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

صدائے آخرِ شب پر بہت رنجور تھی لڑکی  
بظاہر مطمئن اندر سے چور و چور تھی لڑکی

اکیلی جو حویلی میں بہت گمنام رہتی ہے  
وہ اپنے حلقہء احباب میں مشہور تھی لڑکی

شکستِ ذات نے کتنا اسے ویران کر ڈالا  
غمِ بستی سے کچھ دن پہلے کتنا دُور تھی لڑکی

جدائی کا تعلق آچھا ہے اب کہانی میں !  
انا پرور تھا لڑکا اور بہت مغرور تھی لڑکی

چراغِ شب جلانا، انتظار جاں گسل کرنا  
وہ اپنے دل کے ہاتھوں کس قدر مجبور تھی لڑکی

☆☆☆☆☆

جب کڑی دھوپ اتر آتی ہے سر پر لوگو  
کون پھر سایہء دیوار دیا کرتا ہے؟

کاٹ دی آج زباں سن کے حقیقت اس نے  
جو مجھے جرأت اظہار دیا کرتا ہے

یہ بھی کچھ کم تو نہیں اسکی عنایت کو مل  
حوصلہ مجھ کو سرِ دار دیا کرتا ہے

☆☆☆☆☆



☆☆☆☆☆

کہاں یہ شوق کی رُت ساتھ چلنے والی ہے  
اسیر خواب ابھی رات ڈھلنے والی ہے !

☆☆☆☆☆

لیا دیا ہی کوئی کام آ گیا ہے مرے  
پڑی جو سر پہ مصیبت وہ ٹلنے والی ہے

یہ کس نے دھوپ کا موسم اُگا دیا مجھ میں  
کسی کی موم سی صورت کچھلنے والی ہے

عجیب ساعتِ حسرت میں جاگتے ہیں یہ لوگ  
زمین خزانہ کوئی کیا، اُگلنے والی ہے؟

بچھے گی پیاس کہیں جا کے شہرِ مقتل کی  
یہاں اب خون کی ندیا اُچھلنے والی ہے

﴿☆☆☆☆﴾

کیوں یہ بے فیض کرامات طلب کرتا ہے  
شہر کا شہر مری ذات طلب کرتا ہے

اس کو پتھر سے نہ مارو کہ وہ بوسیدہ لباس  
صرف کشکول میں خیرات طلب کرتا ہے

کب تلک دل سے یونہی ابر گزر جائے گا  
اب تو یہ دشت بھی برسات طلب کرتا ہے

بھول بیٹھا ہے پیمبر کی کہی باتوں کو  
یہ زما نہ نئی تورات طلب کرتا ہے

اس ریاضت کا صلہ کچھ تو اسے دے مالک  
وہ جو ہر وقت مری مات طلب کرتا ہے

☆☆☆☆☆

بے کار رنجشوں میں زما نے گنوا دیئے  
جو پل تھے زندگی کے سہا نے گنوا دیئے

کچھ لوگ مہر باں سے کہیں ہم سے کھو گئے  
جو نقش پائے تھے ہوا نے گنوا دیئے

میں نے بھی شہر عشق سے ہجرت کی ٹھان لی  
اس نے بھی میرے دل سے ٹھکانے گنوا دیئے

ہیروں سے لوگ خاکِ زمیں تجھ کو سو نپ کر  
مت پوچھ ہم نے کیا کیا خزانے گنوا دیئے

اتنا آسان نہیں ہجر کا موسم کو ملے  
عشق تاوان میں دن رات طلب کرتا ہے  
﴿☆☆☆☆﴾



کچھ تو ملے ہی نہ تھے ہمیں قربتوں کے رنگ  
جو دسترس میں تھے وہ اُٹا نے گنوا دیئے

☆☆☆☆☆

سب ہی نکلے ہیں زر خرید گواہ  
کون لائے گا اب مزید گواہ

میرے قائل تو چھپ نہیں سکتا  
خود ہوں اپنی میں چشم دید گواہ

رقص کرتی ہوئی ہوا نے کہا!  
ہے محبت کا اک مزید گواہ

تو مخالف نہ ہو کہیں میرا!  
تجھ سے کچھ بھی نہیں بعید گواہ

کوئی تجھے بھی لگ ہی گئی شہر کی ہوا!  
تو نے تو دوست سب ہی پرانے گنوا دیئے  
﴿☆☆☆☆﴾

فیصلے کی گھڑی بھی آ پہنچی !

اور میں ما یوں ہوں شدید، گواہ

دشمنوں سے ملا ہوا تھا دل

کیسے دیتا کوئی اُمید گواہ

شامِ غم کی طرح مناتی رہی

ہے مری ایک ایک عید گواہ

﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

کیسے آؤں میں تیری با نہوں میں

عشق شامل نہ کر گناہوں میں

خواب سوتے ہیں اب بھی چپکے سے

میری آنکھوں کی خوابگاہوں میں

ساتھ چلنے کا عہد کر تو چلوں

چھوڑ جاتے ہیں لوگ راہوں میں

جن میں دیکھے تھے بارہا جذبے

اجنبیت تھی ان نگاہوں میں



مت حقارت سے دیکھ دستِ طلب  
ہم بھی شامل تھے بادشاہوں میں

وہ صفِ دشمنان میں تھا کوئل  
شہرِ پورا تھا خیر خواہوں میں  
(☆☆☆)

☆☆☆☆☆

ہم اپنا نقش ایسا اُڑ دم چھوڑ جائیں گے  
وفا نوحہ کناں گلیوں میں ماتم چھوڑ جائیں گے

ابھی یہ حادثہ دل کیوں نہیں تسلیم کر پایا !  
کہا تھا صاف اسنے کہ تمہیں ہم چھوڑ جائیں گے

وہی اچھا تھا دکھ کی چار دیواری میں رہتے تھے  
کہاں معلوم تھا کہ سکھ کے موسم چھوڑ جائیں گے

تمہیں یہ سرخروئی ہو مبارک ہم شکستہ سر !  
تراستہ مری جاں دیدہ غم چھوڑ جائیں گے

دل مفلس کی پونجی کیا بتائیں شہر والوں کو  
اثاثے میں فقط اک ساغر غم چھوڑ جائیں گے

☆☆☆☆☆

ہمیں حرفِ غلط سمجھو ہمیں بے شک مٹا ڈالو!  
مگر ہم پھر بھی اپنا عکس مدہم چھوڑ جائیں گے  
(☆☆☆☆)

کبھی فرقت کبھی قربت سے کیا لینا مجھے پھر  
بتا لے دل تری حسرت سے کیا لینا مجھے پھر!

میسر جب نہیں دستِ شفاء تو میرے عیسیٰ  
مسیحائی کی اس عادت سے کیا لینا مجھے پھر

اگر تاراں مانگا ہے تو پھر سب خواب لے لو  
تمہارے بعد اس دولت سے کیا لینا مجھے پھر!

مجھے دو وقت کی روٹی سے اور چادر سے مطلب  
دیوانہ وار اس چاہت سے کیا لینا مجھے پھر





تری غزلوں میں وہ جواپسرا ہے میں نہیں ہوں  
مرے شاعر تری شہرت سے کیا لینا مجھے پھر

مجھے بازارِ دنیا میں سجا رکھا ہے کوئل  
میں پتھر ہوں بتا قیمت سے کیا لینا مجھے پھر  
﴿☆☆☆☆﴾

بس ایک راہ کوئی دیکھتا نہیں رہتا  
تمام عمر کوئی ایک سا نہیں رہتا

اُڑان بھر تو رہے ہو مگر خیال رہے  
کہ بعدِ شام کوئی در کھلا نہیں رہتا

کبھی تو آئے گی صبحِ طرب ہمارے لیے  
چراغِ ہجر ہمیشہ جلا نہیں رہتا !

تو میری حجرہ نشینی کو غور سے مت دیکھ  
یہاں پہ کوئی بھی دُکھ کے سوا نہیں رہتا

تمہا رے بعد کبھی زندگی گزارنے کا !  
میں سوچ تو لوں مگر حوصلہ نہیں رہتا  
﴿☆☆☆☆﴾

گلا بی تلیاں ماتھے پہ آ کر رقص کرتی ہیں !  
ترے ہونٹوں کی اک تازہ شرارت مار ڈالے گی

☆☆☆☆☆

ہر اک شاخ شجر سے ان کا کوئل دل کا رشتہ ہے  
پرندوں کو مجھے لگتا ہے ، ہجرت مار ڈالے گی  
(☆☆☆☆)

مسافر کو ہمیشہ کی مسافت مار ڈالے گی  
ٹھہرنے کی طلب ، جانے کی عجلت مار ڈالے گی

جہاں چاروں طرف ویرانیوں کے عکس روشن ہیں  
مجھے اس آئینہ خانے کی حیرت مار ڈالے گی

یہ رستہ بے نشان منزل کی جانب لے کے جاتا ہے  
تمہیں میں نے کہا تھا نہ ! محبت مار ڈالے گی

مجھے معلوم ہے کہ ، ہجر ، جاناں جزو لازم ہے  
بچھڑتے وقت ان آنکھوں کی وحشت مار ڈالے گی

مسکراؤ ستم گرانِ وفا!  
حوصلہ آج دست بستہ ہے

☆☆☆☆☆

سانپ بچھو تو اب نہیں کوئل  
آدی ، آدی کو ڈستا ہے!  
(☆☆☆☆)

شہر کا شہر مجھ پہ ہنستا ہے  
حالتِ دل بہت شکستہ ہے

میں مجسمہ ہوں کالج کا ، گویا  
مجھ پہ پتھر بہت برستا ہے !

پھر سے آثارِ اندھیوں کے ، اور  
میرا خیمہ بہت ہی خستہ ہے

آسماں تک ہوئی ہے مہنگائی !  
صرف انسان ہے جو سستا ہے



ملکین جاں تیری رسوائیاں بھی بانٹ لیں ہم نے  
کہ آخر برسرِ دارِ ندامت ہم بھی ہوتے تھے!

☆☆☆☆☆

تری آنکھوں میں رہتے تھے ترے لب پر مہکتے تھے  
ترے شاداب خوابوں کی حقیقت ہم بھی ہوتے تھے  
﴿☆☆☆☆﴾

کبھی حُسن و محبت کی علامت ہم بھی ہوتے تھے  
قیامت نہ گزرتی تو قیامت ہم بھی ہوتے تھے

جسے بھی دیکھتے پتھر کا بُت اس کو بنا لیتے  
کبھی یوں صاحبِ علم و کرامت ہم بھی ہوتے تھے

دلِ صد چاک پہ کچھ اس لئے حیران ہیں سب ہی  
یہی بس کچھ دنوں پہلے سلامت ہم بھی ہوتے تھے

کوئی صدقہ کوئی خیرات کام آئی ہے ورنہ تو  
اسیرِ شہرہء کوئے ملامت ہم بھی ہوتے تھے!

ذرا بھی سو چا اے اپنے سامنے پایا  
مرے گمان نے رکھا نہیں تراش مجھے !

☆☆☆☆☆

میں تیری یاد کے زنداں میں قید ہوں اب تک  
تو کر رہا ہے یونہی بے سبب تلاش مجھے !

وہ سچ جو منکشف تجھ پہ بھی ہو نہیں پایا  
بتا گیا ترے لہجے کا ارتعاش مجھے !

﴿☆☆☆☆﴾

کہا تھا جس کو محبت سے تو تراش مجھے  
اسی نے کر دیا اک روز پاش پاش مجھے

وہ زبر کھل ہے سچ کا، میری نیندوں میں  
اٹھانی پڑتی ہے خوابوں کی روز لاش مجھے

ہوا کی جتنی ضرورت ہے سانس لینے کو !  
وہ شخص ٹوٹ کے اتا تو چاہے کاش مجھے

پھر اس کے بعد کہاں بھید کھول پائے گا !  
گراں ہے آئینے پہ ایک بھی خراش مجھے



مری محبت کی سلطنت کو زوال آیا تو کیسے آیا  
تمہیں پچھڑنے کا مجھ سے آخر خیال آیا تو کیسے آیا

یہ میری نظروں کا معجزہ تھا، مگر جدائی کے بعد جاناں  
تمہارے چہرے پہ چاند جیسا جمال آیا تو کیسے آیا

کبھی کہا تھا مجھے یہ تو نے، تری رفاقت مرا جنوں ہے  
مری صداؤں کو آج ایسے تو ٹال آیا تو کیسے آیا

تمہیں تو اس آگیا تھا شاید بلندیوں کا سفر سنا تھا  
مگر یہ لہجے میں آج رنج و ملال آیا تو کیسے آیا

نہ تم کرو گے نہ میں کروں گی طلب کی خواہش یہ طے تھا کوئل  
مگر اچانک لیوں پہ حرف سوال آیا تو کیسے آیا



یا رنگ وفا بن کر آنکھوں میں ٹھہر جاؤ  
دریا کی طرح ورنہ چپکے سے اتر جاؤ

اب بھی کوئی دروازہ کھولے ہوئے بیٹھا ہے  
آوارہ مزاجی سے تھک جاؤ تو گھر جاؤ!

آؤ تو سہی کچھ پل، سوچو تو ذرا مجھ کو  
الزام نیا کوئی سر پہ مرے دھر جاؤ!

اب اس کی ضرورت ہے نہ پہلے سا جذبہء دل  
کیا سر پہ چڑھا لو اور کیا جاں سے گزر جاؤ

اک وعدہ ادھورا سا تکمیل کا خواہاں ہے  
چاہو تو وفا کر دو چاہو تو مکر جاؤ!





بیعت کر لی دستِ محبت پر ہم دونوں نے  
اپنے جذبے کو اب پیر کی صورت دینی ہے

☆☆☆☆☆

کوئی تجھ پہ دشمن کیسے غالب آئے گا!  
اپنے قلم کو تم نے تیر کی صورت دینی ہے  
﴿☆☆☆☆﴾

زلفوں کو تیری زنجیر کی صورت دینی ہے  
خواب جو دیکھے ہیں تعبیر کی صورت دینی ہے

گھڑی کی سوئیاں گھنٹہ پیچھے کر کے رکھی ہیں!  
ہجر کے لمحوں کو تاخیر کی صورت دینی ہے

پہلے اس کو پھاڑ کے پھینکا اپنے کمرے میں  
اب ان ٹکڑوں کو تصویر کی صورت دینی ہے

اسکو حاکم مان لیا جب دل کی بستی کا!  
خود کو میں نے اب جاگیر کی صورت دینی ہے

☆☆☆☆☆

اک مسکان سجا کرتی تھی ہونٹوں پر ہر آن  
کیسے کیسے گھر والوں کو ٹالا کرتے تھے !

کس ظالم کی بد نظری نے کوئل چاٹ لیا  
ہم تم کب یہ نفرت دل میں پالا کرتے تھے  
﴿☆☆☆☆﴾

اُن سے ملنے کے امکان نکالا کرتے تھے  
ہم چھت پر چڑیا کے بچے پالا کرتے تھے

روز کیوتر کو وہ دانہ ڈالا کرتے تھے !  
پتھر ڈال کے خط بھی روز اُچھالا کرتے تھے

اکثر آنکھیں چاندی روشن روشن رہتی تھیں  
چہروں پر جذبے پر نور اجالا کرتے تھے

بے وجہ نا راض اگر ہو جایا کرتے تھے !  
سرخ گلاب سے اسکا جان ازالہ کرتے تھے

☆☆☆☆☆

جا کے صحراؤں میں بس  
اے گھٹن مجھ کو نہ ڈس

ڈھونڈتی ہوں میں عبث  
قافلہ زارِ جرس !

کاش ہو جشن امن  
اے خدا اب کے برس

طاہرِ جاں کے لیے  
آج تو کھول قفس

کیا محبت ہے یہی  
جسم چھونے کی ہوس

گر محبت ہے یہی  
اے محبت میری بس  
(☆☆☆☆)



یہ بھیجی بھیجی سی جو رات ہے مرے ہم نشیں  
یہ سیاہیاں مجھے راس ہیں تجھے کیا پتہ؟

☆☆☆☆☆

تری آنکھیں میرے بدن پہ لکھتی ہیں خواہشیں  
تیرے خواب میرا لباس ہیں تجھے کیا پتہ؟

﴿☆☆☆﴾

جور ہیں خوف و ہراس ہیں تجھے کیا پتہ؟  
وہی نفرتوں کی اساس ہیں تجھے کیا پتہ؟

سر آئینہ مرے خال و خد تو سنور گئے!  
میری آنکھیں کتنی اداس ہیں تجھے کیا پتہ؟

یونہی مسکراہٹ کا خول خود پر سجا کے رکھ  
یہاں لوگ چہرہ شناس ہیں تجھے کیا پتہ؟

ہیں شکستہ دل، ہیں شکستہ جاں بس آئینہ  
ہم ابھی دریدہ حواس ہیں تجھے کیا پتہ؟

☆☆☆☆☆

یہ تیر کیسا لبوں کی کماں سے چھوٹا ہے  
کہ آئینے سا کوئی عکس مجھ میں ٹوٹا ہے

☆☆☆☆☆

یا ہجر کی بدن سے اذیت نکال دے  
یا میرے دل سے اپنی محبت نکال دے

جب تو نہ ہو گا کون رکھے گا میرا خیال  
تو اپنی عادتوں سے یہ عادت نکال دے

یا تو خدایا جسم کر ما نوس دھوپ سے  
یا دشت میں تو سائے کی صورت نکال دے

یا پھر مجھے رہائی دے زنجیر عشق سے!  
اے عشق ورنہ پاؤں سے ہجرت نکال دے

سگ رہی ہیں رگوں میں اذیتیں کیسی؟  
بدن کی شاخ پر اک آبلہ سا پھوٹا ہے

یہ حادثہ ہے کہ میں دشمنوں سے بچ نکلی  
یہ واقعہ کہ مجھے دوستوں نے ٹوٹا ہے

جہاں پہ بادِ صبا عشق کی غلام رہی  
وہاں پہ اب کے محبت کا قحط چھوٹا ہے

تجی ہے ہر طرف مکرو فریب کی دنیا  
خبر نہیں کہ یہاں کون کتنا جھوٹا ہے؟

﴿☆☆☆☆﴾

لوگوں کا خوف نہ کسی زنداں کا ڈر مجھے  
ممکن ہے تیرے شہر سے قسمت نکال دے

میں تھک گئی ہوں ہر قدم اک امتحان سے  
عمر رواں ذرا سی اب فرصت نکال دے

کوئل ہوائے درد بہ دردی لے چلی کہاں؟  
چشمِ زدن میں کوئی یہ حیرت نکال دے



میں جیتے جاگتے لمحوں کے انتظار میں ہوں  
اگر چہ شہر میں تھیں خواب کی دکانیں حضور

پڑی ہیں مسجدیں ویران ہر طرف کیونکر!  
کہ دے رہے تھے مَوَظَن تو سب اذائیں حضور



جنابِ عشق! گزارش! بُرا نہ ما نہیں حضور  
کہ اب تو بخش بھی دیجے ہماری جانیں حضور

نہ جانے ہو گئی صیاد کو خبر کیسے!  
پرندے بھر ہی رہے تھے ابھی اُڑائیں حضور



مقامِ شکر کہ ہم کر چکے عبور اُنہیں!  
تلاشِ عشق میں حائل ہوئیں چٹانیں حضور



بے وجہ کے احسان اٹھاتے بھی نہیں ہم  
کشکول کو ہاتھوں سے گراتے بھی نہیں ہم

ہمارا تذکرہ اہل ہنر میں آئے گا!  
کہ ہم بھی چھوڑ چلے اپنی داستانیں حضور  
﴿☆☆☆☆﴾

جلتے ہوئے خوابوں کی چٹا کب سے پڑی ہے  
اس راکھ کو دریا میں بہاتے بھی نہیں ہم

بے خواب جزیروں میں بھٹکتے ہیں ہمیشہ!  
پر قرضِ محبت کو چمکاتے بھی نہیں ہم

گو ربطِ مسلسل کی نکل آتی ہے صورت  
لیکن یہ بھی سچ ہے تجھے بھاتے بھی نہیں ہم

معلوم اگر ہوتے ہواؤں کے ارادے  
شائد کہ دیا اب کے جلاتے بھی نہیں ہم

اس دل سے کبھی اپنی بنی بھی نہیں کوئل  
اور دل کے مخالف کبھی جاتے بھی نہیں ہم

﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆  
اک نئے عزم کی بنیاد اٹھانی ہو گی  
سانس لینا ہے تو پھر آگ بجھانی ہو گی

اب کے زنداں کی فصیلوں سے اُلجھتا ہو گا  
اپنے رستے کی یہ دیوار گرانی ہو گی !

اُسکی خوشبو سے تری یاد گلے ملتی ہے  
میرے آنگن میں وہی رات کی رانی ہو گی

جب تلک ذہنوں کی ارزانی نہیں جائے گی  
وقت بدلا بھی تو تہذیب پرانی ہو گی !

یوں ہی طاری جو رہا جس کا عالم کوئل  
یہ ہی تبدیلی موسم کی نشانی ہو گی

﴿☆☆☆﴾

تم ہو سردارِ قبیلہ ٹھیک ! پر  
یہ نہ سمجھو ہم کوئی کم خیش ہیں!

☆☆☆☆☆

مجھ پر الزامِ گنہگاری فقط !  
شہر میں کیا اور سب درویش ہیں  
﴿☆☆☆☆﴾

کچھ تو وہ بھی مصلحت اندیش ہیں  
کچھ ہمیں بھی مسئلے درپیش ہیں

آڑے وقتوں میں ہوا ہوتے گئے  
جو بھی میرے جتنے خیر اندیش ہیں

سب غریبانِ شہر کو مار دو!  
حاکمانِ شہر کے آدیش ہیں !

بھینٹ دینی ہے ہوائے شام کو !  
آج بستی کے دیئے سب پیش ہیں



شام ہوتے ہی سلگتا ہے تمازت سے بدن  
عشق کے کھیل میں ہم جان سے ہارے کوئل

☆☆☆☆☆

کوئی آہٹ ترے آنے کا گماں کیا ہوتی!  
پھول گملا گئے اُمید کے سارے کوئل

تلخی درد میں شائد کہ کی ہو جائے!  
بانٹ لیں آؤ محبت کے خسارے کوئل

﴿☆☆☆☆﴾

جب بھی وہ شخص مرا نام پکارے کوئل  
میری آنکھوں میں چمکتے ہیں ستارے کوئل

وہ مرے پاس جو آئے تو مرا ہو کے رہے!  
پھر مجھے اپنی محبت سے نکھا رہے کوئل

آج طوفانِ بلا خیز سے لڑ سکتی ہوں!  
کتنے مضبوط ہیں بانہوں کے سہارے کوئل

موسمِ گل سے کہو ٹھہرے مرے آنگن میں  
آؤ پھر لوٹ چلیں خوابِ کنارے کوئل

☆☆☆☆☆

کون دیکھے کیا ہوا ہے حادثہ بازار میں  
جو بھی ہوگا دیکھ لیں گے شام کے اخبار میں

بچ کر سارا اثاثہ خوش بہت فرزند ہیں  
باپ کا تھا خون شامل جس درو دیوار میں

چار پیسوں کی ہوس میں پڑ کے اے جانِ حیات  
کیسے تجھ کو بھیج دوں میں اجنبی قیام میں

کس طرح آواز کو اپنی رسائی دوں یہاں  
عدل کی زنجیر کب ہے شاہ کے دربار میں

قریب اہل ہوس سے بچ نکلتا ہے مجھے  
نہیں نہ لگ جائے میرے آئینہ کردار میں

بیعت دل کر کے مجھ کو ہارنی ہوگی انا  
اک خلش رہ جائے نہ پھر صورتِ انکار میں

اسکو کوئل قرب کا بس ایک لمحہ بھی بہت  
جس نے ساری عمر کاٹی ہجر کے آزار میں

﴿☆☆☆﴾

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

نیند کے دیس میں اک خواب سرا کے اندر  
ایک بھگوان سنگھاسن پہ بیٹھا رکھا ہے  
اور ہم داس بنے پیاس بنے سوچتے ہیں  
عشق نہ ہو تو بھلا زیت میں کیا رکھا ہے

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

بند مٹھی میں اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں  
پھر بھی کچھ دیپ محبت کے جلائے ہم نے  
تب کہیں جا کے ملا ہم کو شجر قربت کا  
تب کہیں پائے ذرا وصل کے سائے ہم نے

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

نہ تو عادت تھی امیری کی نہ خواہش نہ خیال  
پھر بھی پا بند کیا خود کو تمہاری خاطر!  
ہم کہ طائر تھے فلک پار اُڑانوں والے  
پر قلعہ بند کیا خود کو تمہاری خاطر

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

ہم کہ ایمان سمجھتے ہیں تمہاری آنکھیں  
ایک طوفان عقیدت کا اُبل پڑتا ہے  
اتنا چپ چاپ تمہیں یاد کیا کرتے ہیں  
دھڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

تم کو معلوم ہے ہم کتنا تمہیں چاہتے ہیں

تم کو معلوم ہے ہم جتنا تمہیں چاہتے ہیں  
اتنی چاہت تو کسی پریت کہانی میں نہیں  
ٹوٹ کر ایسے برستی نہیں بارش کو ملے  
اتنی شدت کسی دریا کی روانی میں نہیں

تم کو معلوم ہے ہم اتنا تمہیں چاہتے ہیں!...



آج ہم گونے ملامت سے نکل آئے ہیں  
دل سے اُمید کا دامن ہی چھڑایا ہم نے

☆☆☆☆☆

آج اے جسدِ وفا آگ لگا دی تجھ کو!  
اپنی آنکھوں سے تجھے آج بہایا ہم نے!  
﴿☆☆☆☆﴾

گو کہ اک لمحہ اُمید نہ پایا ہم نے  
پھر بھی اک عمر ترا ہجر نبھایا ہم نے

کتنے قرونوں سے سہی دھوپ سر شوق سفر  
کتنی مدت سے نہیں دیکھا ہے سایہ ہم نے

اے محبت یہ ترا سود نہ ہو پایا!  
عمر جب ہمارے چکے قرض چکا یا ہم نے

شب کو جا گے تو ستاروں کو خبر کر ڈالی  
یوں پلٹ ڈالی ہے اس نیند کی کایا ہم نے

انہیں زروابیوں نے چھو لیا ہے  
جو منظر کل سنہرے تھے، سنا ہے

☆☆☆☆☆

مری مرقد پہ کوئل روشنی ہے !  
جہاں تم آن ٹھہرے تھے، سنا ہے  
﴿☆☆☆﴾

تری بستی میں پیرے تھے، سنا ہے  
سبھی چہروں پہ چہرے تھے، سنا ہے

وہ جن لوگوں کو تم نے کچھ نہ جانا !  
سمندر سے بھی گہرے تھے، سنا ہے

سر مقتل نہ منصف نہ وکالت !  
کٹہرے ہی کٹہرے تھے، سنا ہے

وہ اپنے حق میں کیسے بول پاتا !  
وہاں کے لوگ بہرے تھے، سنا ہے

☆☆☆☆☆

جذروں کے گہر مجھ میں کبھی رولتا نہیں  
میں اس لیے تو چپ ہوں کہ وہ بولتا نہیں

کچھ تو چھپا ہوا ہے پس گردِ آئینہ!  
اک راز ہے کوئی بھی جسے کھولتا نہیں

ہمراہ چل رہا ہے مرے عکسِ ماہتاب  
آنکھوں کی جھیل میں وہ مگر ڈولتا نہیں!

وہ مہرباں تو ہے مگر جانے کس کے لیے  
نیندوں میں کوئی خواب مری کھولتا نہیں

برحد سے ماورا ہے مرا عشق بے وصال  
دل اپنا اختیار کبھی تو لتا نہیں

☆☆☆☆☆

میرا تخت اجڑا ہے میرا تاج ٹوٹا ہے  
مجھ کو جو بھروسہ تھا تجھ پہ آج ٹوٹا ہے

آئینوں کی بستی میں پتھروں کا میلہ ہے  
آئینوں کی بستی سے سامراج ٹوٹا ہے

اب تو اس کے لہجے میں کانچ سے چٹختے ہیں  
یوں بُری طرح سے وہ خوش مزاج ٹوٹا ہے

وقت صرف خوابوں کو چور چور کرتا ہے  
کب زمانہ بکھرا ہے کب سماج ٹوٹا ہے

کب تلک نبھاتے ہم بے شناس لوگوں سے  
ٹھیک ہی ہوا کوئل یہ رواج ٹوٹا ہے





آج تقسیم عشق ہو ہی گئی اپنے اپنے حساب مانگ لیے  
میں نے اپنی کتاب مانگی تو اس نے اپنے گلاب مانگ لیے

جلتی مٹی کا من ترسنے لگا، پانی دریاؤں پر برسنے لگا  
پیاں صحرا کی جو نہی اور بڑھی پانیوں نے حساب مانگ لیے

سارے الزام، ہیں قبول مگر یہ کوئی طرزِ منصفی تو نہیں؟  
سب گناہ میرے ہاتھ میں دیکرا سنے سارے ثواب مانگ لیے

وسعتِ دل کی بات کرتے ہو مجھ میں اتنا بھی حوصلہ کب تھا  
کس طرح کا خراجِ عشق ہے یہ تم نے آنکھوں کے خواب مانگ لیے

دل دھڑکتا ہے شام آتے ہی اس کا ہونٹوں پہ نام آتے ہی  
اس کی دیوانگی کا مت پوچھو قربتوں نے حجاب مانگ لیے

میری اک عمر کی ریاضت کا مجھ کو ایسا صلہ ملا کوئل  
مجھ سے لوگوں نے جو سوال کیے اُس نے مجھ سے جواب مانگ لیے  
﴿☆☆☆﴾



تبھی تو آنکھ کا موسم نیا معلوم ہوتا ہے  
سر مڑ گاں کوئی آنسو کھلا معلوم ہوتا ہے

جو پروازِ تلاطم ہے پریشانی کے باعث ہے  
پرندہ ڈار سے پھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے

مجھے لہروں کے یہ گرداب خود آ کر بچاتے ہیں  
کوئی میرے لیے جو دعا معلوم ہوتا ہے

گئی رُت میں ہوا کی ضد نے اس کو توڑ ڈالا تھا  
شجر اس بار موسم سے خفا معلوم ہوتا ہے!

سو لگتا ہے کہ اب بھی مصلحت ممکن نہیں کوئل  
جو چہرے پر ترے رنگ انا معلوم ہوتا ہے



جو دیا آنکھوں میں ہے اس کی ضیاء کچھ اور ہے  
جو بس شب جل رہا ہے وہ دیا کچھ اور ہے!

جب رتیں بدلیں تو پتے میرے انگن میں گرے  
تیرے گھر کے پیڑ کا بھی فیصلہ کچھ اور ہے

ورد کہتا ہے کہ وہ رستے میں نہ آئے کبھی  
میرے ہونٹوں پر جو جاگی وہ دعا کچھ اور ہے

پاؤں میں باندھا سفر کہتا ہے اب رکنا نہیں  
اے مسافت چل ابھی بھی فاصلہ کچھ اور ہے

یوں تو شب بھر جاگتا ہے ایک چوکیدار بھی  
ہجر کے ماروں کا لیکن رت جگا کچھ اور ہے

اولاد کی خوشیوں کے لئے بیچ رہی ہوں  
آ دیکھ مرے گھر کے دروہام، لگا دام

☆☆☆☆☆

جیتے ہوئے مہروں پہ تو چل چال جو مرضی  
میں زیت کے ہر کھیل میں ناکام، لگا دام  
(☆☆☆☆)

بازار میں لائی ہوئی سرعام، لگا دام  
سب خواب مجھے کرنے ہیں نیلام، لگا دام

مت سوچ ہے قیمت میری اوقات سے باہر  
اے عشقا! میں بھرتی ہوں تیرا جام، لگا دام

جذبوں کی تجارت کے لئے چل تو پڑا ہے  
سودائی کو ہیں اور بہت کام، لگا دام

تو مالِ غنیمت جو اسے سمجھ رہا ہے!!  
جا میں نے کیا دل یہ ترے نام، لگا دام

☆☆☆☆☆

کہاں پہ اس کا کوئی عرو تھا ہوا سے پہلے  
یہ پتہ ڈالی کی آبرو تھا ہوا سے پہلے!!

☆☆☆☆☆

وہ خود کو وصل کی ہر شرط سے آزاد رکھتا ہے  
یہ بوسیدہ محبت اب کہاں وہ یاد رکھتا ہے!

ہوانے آتے ہی گرد آنگن کو کر دیا ہے!  
یہ صحن کس درجہ مشکبو تھا ہوا سے پہلے!

کی آنے نہیں دیتا اذیت کی روانی میں!!  
ستم پرور ستم کوئی نیا ایجاد رکھتا ہے!!

چراغ بجھتے ہی تیرگی پھیلنے لگی ہے!!!  
دیا اندھیرے کے روبرو تھا ہوا سے پہلے!

مزا آتا ہے اسکو ضبط میرا آزمانے سے  
وہ میرے حوصلوں پہ ہجر کی بنیاد رکھتا ہے

ہوا کی گردش نے راستوں کو مٹا دیا ہے!  
کوئی کہیں عوج جستجو تھا ہوا سے پہلے!!

یہ کیسا معجزہ ہے عشق کے ہاتھوں خدا جانے  
مجھے تو مار دیتا ہے اسے آباد رکھتا ہے

عجیب مانوس آہنیں تھیں نگار جاں میں  
مجھے لگا کہ گلی میں تو تھا ہوا سے پہلے



تری چارہ گری کی ساعتیں ہر پل میسر ہوں  
مسیحائی کا یہ نشہ مجھے برباد رکھتا ہے

یہ مکتب وقت کا انسان کو سب کچھ سکھاتا ہے  
زمانے سے بڑا کوئی کہاں استاد رکھتا ہے

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆  
نہ مخنی اور نہ ہی برملا لینے کی عادت تھی!!  
کہاں مجھ کو کسی کا آسرا لینے کی عادت تھی!

وہ کیوں بہروں کے اس ہلکے بھنڈ میں لڑکھڑایا ہے  
جسے طوفان میں رستہ بنا لیتے کی عادت تھی

میں ان کو ڈال کر دانہ بہت مسرور ہوتی تھی  
مجھے آنگن کی چڑیوں سے دعا لینے کی عادت تھی

ملا مجھ کو تو گہری چپ سجا رکھی تھی ہونٹوں پر  
جسے مجھ کو بہت باتیں سنا لینے کی عادت تھی

سنو! اب بند مٹھی میں اندھیروں کی حکومت ہے  
مجھے جگنو، تھیلی میں چھپا لینے کی عادت تھی!

گویا دھونی رمائے بیٹھا ہے  
عشق خانہ خراب چوکھٹ پر!

☆☆☆☆☆

دل یہ کم بخت مان جائے تو  
پھینک دیں سارے خواب چوکھٹ پر  
(☆☆☆☆)

جب رُکے ابرو آب چوکھٹ پر  
خاک تھی بے حساب چوکھٹ پر!

ایک جانب پیچھی تھی جائے نماز!  
ایک جانب شراب چوکھٹ پر!

صرف آواز آئی کون ہو تم!  
اور ہم لا جواب چوکھٹ پر

دور تک راستہ تو خالی تھا  
کس نے رکھے گلاب چوکھٹ پر

☆☆☆☆☆

ہوتا ہے درِ عشق کا پابند مجھے بھی  
تھوڑی سی رعایت تو خداوند مجھے بھی

☆☆☆☆☆

محبت میں یہ دل ایسے دلائل میں الجھ جاتا  
کہ جیسے اجنبی ، جنگجو قبائل میں الجھ جاتا

یہ خاک نشینی ہی اگر شرطِ وفا ہے  
اے قیس ترے دشت کی سوگند مجھے بھی

ملاقاتیں ضروری تھیں مگر اکثر ہوا یوں بھی  
میں اپنے کام وہ اپنے مسائل میں الجھ جاتا

ہونے لگی کیوں آج دروہام سے دشت  
یہ تیرہ شمی راس تھی ہر چند مجھے بھی

میں ہوتی گاؤں کی گوری وہ ہوتا شہر کا گھبرو  
میں پنگھٹ پر چلی آتی وہ پائل میں الجھ جاتا

پھر ترکِ رفاقت کا نیا عہد کریں گے !  
کرنے دو ذرا دل کو رضامند مجھے بھی !

مجھے دل کو ہے سمجھانا، ہواوقات میں اپنی !  
طلبِ بروہتی تو نہ جائز وسائل میں الجھ جاتا

یہ نہ ہو اُدھر جائے مرے خواب کی چادر  
جس ڈورنے کر رکھا ہے پیوند مجھے بھی !

کسے فرصت کہ غم کی داستانیں سُنا اور رونا  
کسی کو کیا پڑی آوازِ سائل میں الجھ جاتا

میں اس کی بے رخی پر اور کتنا دل کو سمجھاؤں  
جو گھر میں آکے بھی فتر کی قائل میں الجھ جاتا  
﴿☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

لہو کے دریا کو اب روانی نہیں ملے گی  
دیئے کو سورج کی حکمرانی نہیں ملے گی

تمام صفحوں کو گویا ویک نے کھا لیا ہے  
کتاب میں اب کوئی کہانی نہیں ملے گی

اُگے ہوئے ہیں ہر ایک جانب شجر و کھوں کے  
خوشی کی رت اب نئی، پرانی نہیں ملے گی

مری ہتھیلی کی یہ لکیریں بتا رہی ہیں  
مجھے محبت کی جاودانی نہیں ملے گی

کچھ اس صفائی سے قتل خود کو کیا ہے میں نے  
کسی کو میری کوئی نشانی نہیں ملے گی



غفلت گناہ ثواب از دارین عشق سے  
پایا ہے پھر بھی جبر بس اس عین عشق سے

اب اس خراب حال کا دنیا کو کیا خیال  
رکھا ہو جس نے واسطہ دن رین عشق سے

اک مصلحت کے تحت پھرنے کی ٹھان لی  
اکتا گئے تھے دونوں فریقین عشق سے

مرشد! کوئی وصل کی صورت نکالے  
کرتے ہیں بات آکے مریدین عشق سے

کوئی نہ دشت زار کی پھر خاک چھاننا  
ملا کسی کو تھوڑا سا جو حُسن عشق سے

اب سو کوار جبر ہیں کوئل کسے خبر!  
ہم نے ملا کے دیکھ لیے نین عشق سے

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

موج دریا کی روانی سے نکل جائے گا  
درد اب آنکھ کے پانی سے نکل جائے گا

اس لئے موڑ نیا کوئی نہیں لا سکتی!  
میرا کردار کہانی سے نکل جائے گا

اب تو یادوں کی اذیت ہے مگر پھر اک روز  
تو مری یاد دہانی سے نکل جائے گا!

تیری گفتار کی چالوں میں نہ آئے گا کوئی  
رنگ جب شعلہ بیانی سے نکل جائے گا

اب جلانے ہی پڑیں گے وہ سارے خطوط!  
پھر تو ہر ایک نشانی سے نکل جائے گا

☆☆☆☆☆

قصہ جو گر دیش آیا م کا نکلا ہوتا  
قرعہ فال مرے نام کا نکلا ہوتا

☆☆☆☆☆

عشق کے بیچ و غم سے ناواقف  
ہم بھی ہوتے تھے غم سے ناواقف

مائل عشق رہا عمر گذر جانے تک  
کاش یہ دل ہی کسی کام کا نکلا ہوتا

جانے کیسے بڑھی یہ راہ و رسم!  
ورنہ ہم تھے قسم سے ناواقف

اب گئی رات میں امید کہاں آنے کی  
لوٹ آتا وہ اگر شام کا نکلا ہوتا!!

ورد کی کھوج کیا لگا سکتا  
جو رہا چشمِ غم سے ناواقف

تو ہی مل جاتا اذیت کا مداوا بن کر  
کچھ نتیجہ بھی تو الزام کا نکلا ہوتا

زندگی تو بتا! یہاں تو ہیں سب  
تیرے اگلے قدم سے ناواقف

یہ کہانی پھر دلچسپ تھی کوئی جوئیہ  
کوئی پہلو اگر انجام کا نکلا ہوتا

دل یہ کمبخت پھر کھڑا ہے وہیں  
گویا نکلا بھرم سے ناواقف

☆☆☆☆☆

نظر میں صرف سنگِ میل کو رکھا ہوا ہے  
ارادہ سفرِ خمیل کو رکھا ہوا ہے!

غلامِ عشق ہے جو بھی کہو گے، بندہ پرور!  
تمہارے حکم کی تعمیل کو رکھا ہوا ہے!

وہاں رکھا ہوا بھولا بسرا اک عقیدہ!  
جہاں تورات اور انجیل کو رکھا ہوا ہے

مجھے دل پہ بھروسہ اب ذرا سا بھی نہیں ہے  
اسے بس خون کی ترسیل کو رکھا ہوا ہے

ہائے کیا خوب تھا ستم کرنا!  
اس پہ ہونا ستم سے ناواقف

وہ زمانہ ہی اور تھا کوئل  
جب زمانہ تھا ہم سے ناواقف  
﴿☆☆☆☆﴾

وہ جس میں سارے وعدے اور محبت گم شدہ ہیں  
کہاں اس جادوئی زنبیل کو رکھا ہوا ہے!

☆☆☆☆☆

ہر ستم مجھ سے ہی منسوب سمجھنے والے  
تم تو ہوتے تھے مجھے خوب سمجھنے والے

دعویٰ عشق بہر طور نہیں کر سکتے  
ہر حسین چہرے کو محبوب سمجھنے والے

اپنے عیبوں پہ کبھی ذال نظر جانِ حیات  
میری ہر بات کو معیوب سمجھنے والے

میں تو مقتل کے چراغوں کو لہو دیتی رہی  
مجھ کو سمجھے ہی نہیں، مصلوب سمجھنے والے

میرا پہلا پڑاؤ کھیل میں کوئل وہاں ہے  
جہاں رسوائیوں کی جھیل کو رکھا ہوا ہے!  
(☆☆☆☆)



میں کہ ہر شخص سے تیری ہی خبر مانگتی ہوں  
شہر بھر کو مرا مطلوب سمجھنے والے!

بزمِ یاراں میں فقط چند لمحوں نظر!  
میرا لہجہ میرا سلوب سمجھنے والے

جانستے ہوں گے کہاں رب کے غضب کو کوئل  
خمرِ ملعون کو مشروب سمجھنے والے

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆  
ہم نے سوچا ہے کہ جائیں تو اکیلے جائیں  
ساتھ کیا لے کے محبت کے جھیلے جائیں

زندگی مالِ غنیمت کی طرح لگتی ہے!  
جو بھی کچھ ہاتھ میں لگتا ہے اُسے لے جائیں

سانس لیتے تو ہیں تابوتِ بدن کے قیدی  
یہ سزا آخرِ دم تک چلو جھیلے جائیں!

کیا بتائیں کہ گذرتی ہے قیامت کیسی!  
جب بھی ہم خواب کے برزخ میں دھکیلے جائیں

اور کچھ دن کو رفاقت کی گھنٹی چھاؤں میں  
کیوں نہ یہ کھیل وفا کا یونہی کھیلے جائیں!

زندگی کا شعور نہ آیا!  
اور آیا تو زندگی نہ رہی

اسنے دیکھا تھا اک نظر کوئل  
بات مفہوم سے جہی نہ رہی  
(☆☆☆)

☆☆☆☆☆

میرے مقسوم میں خوشی نہ رہی  
ایک خواہش تھی بس وہی نہ رہی

میرے گھر میں بہار آئی، تو  
میری پھولوں سے دوستی نہ رہی

اک دیا ٹمٹما کے ہار گیا!  
اور لپ بام روشنی نہ رہی!

کھودیا رشتہ خلوص و وفا!  
کی محبت تو دوستی نہ رہی!

☆☆☆☆☆

ہم اہل دل کسی آہ و فغاں کی زد میں ہیں  
ہمارے پیڑ کے سائے خزاں کی زد میں ہیں

بہا کے لے گیا سیلاب بستیاں اور اب  
بہت سے لوگ کھلے آسمان کی زد میں ہیں

یہ قرض عشق اترتا تو درکنار کہ اب!  
کہ ایک عمر سے بارگراں کی زد میں ہیں

نبھائے جا رہے ہیں دروِ یار سے نسبت!  
یوں لگ رہا ہے ہم کارِ زیاں کی زد میں ہیں

بہت دنوں سے حواسوں میں ہی نہیں کوئل  
کہاں کی موجِ ہوا، ہم کہاں کی زد میں ہیں؟

☆☆☆☆☆

حقیقت ہر کسی میں برملا تقسیم کرتا تھا  
سر بازار کہ جو آئینہ تقسیم کرتا تھا

وہ دن میں روشنی کی اک رمت کو بھی ترستا ہے  
جو شب کو شہر والوں میں ضیاء تقسیم کرتا تھا

یہ کیسا وقت ہے کہ زندگی اور موت کے درجے  
جو اب انسان کرتے ہیں خدا تقسیم کرتا تھا!

جو اب فطرت کا ہر جائی ہمیں معلوم ہوتا ہے  
وہ لوگوں میں کبھی مہر و وفا تقسیم کرتا تھا!

عنایت ہے عجب اس کی کہ کوئل میری آنکھوں کو  
وہ اکثر خواب دیکر رجگا تقسیم کرتا تھا!

یہ شب کے خوف سے پیلا پڑا ہوا سورج  
افق کے پار کیوں بے ہوش ہونے والا تھا

☆☆☆☆☆

سنا ہے چھوڑ کر اسکو چلا گیا وہ شخص  
وہ جسکی خاطر جفا کوش ہونے والا تھا

مرے چراغ نے کر لی ہے ساز باز اب  
سیاہ شب سے ہم آغوش ہونے والا تھا  
﴿☆☆☆☆﴾

یہ واقعہ بھی فراموش ہونے والا تھا!  
وہ قتل کر کے بھی نرووش ہونے والا تھا

یہ کس نے کر دیا تشہیر رازِ دل میرا!  
کہ شہر اب کہاں خاموش ہونے والا تھا

میں سچ کے جرم میں مصلوب ہونے والی تھی  
وہ جھوٹ بول کر روپوش ہونے والا تھا

برے بھلے کی اب پہچان مٹنے والی تھی!  
کہ پورا شہر ہی مے نوش ہونے والا تھا



عجیب طرز کا موسم تھا پیڑ ٹوٹ گئے!  
تو شاخوں پر ہوا دیر تک اداس رہی!

☆☆☆☆☆

قریب تھے تو طبیعت میں سرکشی تھی بہت  
بچھڑ چکے تو انا دیر تک اداس رہی!  
(☆☆☆☆)

چراغ شب کی ضیاء دیر تک اداس رہی  
کہ شامِ آبلہ پا دیر تک اداس رہی!

بس ایک طویل سی چپ اور بچھڑ گئے دونوں  
پر اس کے بعد فضا دیر تک اداس رہی

لیوں پر لفظ گھلے اور پھر بکھرتے گئے!  
ہتھلیوں پہ دعا دیر تک اداس رہی

کوئی دریچہ مانوس بند دیکھتا تھا تو!  
گلی میں ایک صدا دیر تک اداس رہی

☆☆☆☆☆

کریں گے روشنی کا انتظام پہلے سے  
چراغ شہر میں ہم کر کے عام پہلے سے

سحر کے ہاتھ میں اُمید نو تھما دینا  
کہ بے یقین سی رہتی ہے شام پہلے سے

تو اب جو بے رخی کا کھیل مجھ سے کھیلے گا  
مجھے تو بھول چکا تیرا نام پہلے سے

سواب کے آنکھیں میں نیلام کرنے والی ہوں  
کہ خواب بک گئے ہیں مہنگے دام پہلے سے

یہ مت سمجھ مجھے دل کھینچ کھانچ لایا ہے  
تمہارے شہر میں تھا ایک کام پہلے سے

☆☆☆☆☆

اس شہر میں اربابِ گناہ کون بنے گا  
سو اپنا شناسا سر راہ کون بنے گا

وہ بوڑھا شجر تیز ہوا سہہ نہ سکا تو  
بارش میں مری جائے پناہ کون بنے گا

اب کس کی لکیروں میں ہے حالات کی ڈوری  
اب دیکھئے سلا سپاہ کون بنے گا

گم صم سا یہ ماہتاب یہی سوچ رہا ہے  
مقنوم شبِ دارِ سیاہ کون بنے گا

آنکھوں کو تو کچھ یاد نہیں آ رہا کوئل  
اس خواب کے موسم کا گواہ کون بنے گا

پھر پڑاتی ہے بانیں آنکھ مری  
ایسا لگتا ہے تجھ کو کہ دوں گی

☆☆☆☆☆

اپنی ویرانیوں کا میں کوئل !  
دوش سارا نصیب کو دوں گی  
﴿☆☆☆☆﴾

مت خفا ہو نہیں تو رُو دوں گی  
اپنا کاجل ابھی بھگو دوں گی

بات چھیڑی ہے طرف کی پہلے!  
اور مانگی ہے جان، سو دوں گی

جس جگہ زیر آب آگیا دل!  
میں وہیں کشتیاں ڈبو دوں گی

میں شب ہجر کا ستارہ ہوں  
کس طرح روشنی، کہو، دوں گی؟

ڈوب جاتا ہے دل بھی ساتھ مرا...!  
کچھ تو نسبت ہے میری شام کے ساتھ

☆☆☆☆☆

بے خودی میں ہوئی ہوں قتل کہ وہ  
نشتہ دیتا رہا ہے جام کے ساتھ  
(☆☆☆☆)

الوداع! آخری سلام کے ساتھ  
مجھ سے نکھڑا وہ اہتمام کے ساتھ

بعد مدت وہی ہے حالتِ دل!  
دل دھڑکتا ہے ایک نام کے ساتھ

منفرد خود کو سب سے رکھتے ہیں  
ہم نہیں چلتے راہِ عام کے ساتھ

آپ کہتے ہیں تو یہ ، کوچہ عشق  
چھوڑ جاتے ہیں احترام کے ساتھ



☆☆☆☆☆

ہوائے شام سے کہتا تھا یہ شجر کا سکوت  
کہ یہ سکوت ہے طوفاں سے پیشتر کا سکوت

اُداس شام کے اس ملکجے اندھیرے میں  
بہت ہی بولتا تھا چشمِ نیم تر کا سکوت

سوالِ وصل کیا اور انتظار کے بعد!  
گرا گیا ہے مجھ پہ برقِ نامہ بر کا سکوت

پڑاؤِ آخری ہو گا کہاں! یہ پوچھا تو!  
سفر میں مار گیا مجھ کو راہِ بر کا سکوت

ہوئی ہے دستِ دل بعد ایک مدت کے  
کسی نے توڑ دیا میرا عمر بھر کا سکوت

☆☆☆☆☆

شامِ رنگ، شامِ عزادار بھی ہو سکتی ہے  
یہ خوشی باعثِ آزار بھی ہو سکتی ہے!

ایسے پتے ہیں مرے پاس مری خوش قسمت  
کھیل میں آ پکو اب ہار بھی ہو سکتی ہے

یہ ضروری تو نہیں سارے دیئے روشن ہوں  
روشنی آ پکو درکار بھی ہو سکتی ہے!

چھوڑ کر جس کو نیازِ حبتِ سفر باندھا ہے  
وہ مصیبت میں گرفتار بھی ہو سکتی ہے

آپ منزل کو پہنچ جائیں ضروری تو نہیں  
راستے میں کوئی دیوار بھی ہو سکتی ہے!

سب سراسر بدستے تھے سارے خواب جھوٹے تھے  
اک سفر کیا وہ بھی رائیگا نیوں جیسا!

☆☆☆☆☆

عکس جاں اُتر آیا خواہشوں کے ہاتھوں پر  
شب کا پاس آتا ہے مہربا نیوں جیسا  
﴿☆☆☆☆﴾

میرا بھی مقدر تھا کچھ کہانیوں جیسا  
قید تھی حویلی کی راج رانیوں جیسا

کیا قیامتیں ہو گئیں آج دل کی بستی پر  
ریت کی ہیں دیواریں درد پا نیوں جیسا

مجھ پہ آج چمکے گا میرے بخت کا تارہ  
یہ بھی اک تصور تھا خوش گمانیوں جیسا

اپنے سرد ہونٹوں سے چھو گیا تھا آنکھوں کو  
لمس مجھ پہ زندہ ہے اک نشانیوں جیسا

بجھے بجھے سے چراغوں کو بام پر رکھ کر  
قبائے نیند کی کرلیں رفوگری لوگو!

☆☆☆☆☆

لوہو لوہو ہے مرا عکسِ خوشنما کوئل  
کہ جرم بننے لگی ہے سنخوری لوگو  
﴿☆☆☆☆﴾

نہ پوچھو عہد جنوں کی ستم گری لوگو  
متاعِ جاں ہے ملاقاتِ آخری لوگو

نہ بازوؤں کی حرارت نہ لمسِ شعلہء جاں  
بڑا ہی سرد گزرنا ہے جنوری لوگو!

بجے ہیں نوکِ سناں پر ہم اہل خانہء عشق  
ہمیں عزیز تھی سرمایہ خود سری لوگو

اے ماہِ شب میں ترے ساتھ چلنے والی تھی  
مجھے بھی راس ہے مدت سے بے گھری لوگو

☆☆☆☆☆

مجھڑنے پہ ہو دل مائل مجھے ایسا نہیں لگتا  
کہ پورے شہر میں کوئی بھی تم جیسا نہیں لگتا

☆☆☆☆☆

شبِ نمناک پر رکھے ہوئے ہیں  
ستارے طاق پر رکھے ہوئے ہیں

چلو کہ چند لمحے مسکرا کر دیکھ لو ہم کو  
سنا ہے مسکراہٹ پر کوئی پیسہ نہیں لگتا !

بنا دے کو زہ گر جو مرضی صورت  
تمہارے چاک پر رکھے ہوئے ہیں

کئی چہرے سجا رکھے ہیں لوگوں نے یہاں، پگلی  
جو اندر سے ہوا کرتا ہے وہ ویسا نہیں لگتا

انگار لب دہکتے ہیں جو تیرے  
خطِ بے باک پر رکھے ہوئے ہیں

ہمیشہ یہ ہی کہتے ہو مجھے تو یہ نہیں لگتا !  
کبھی کھل کر بتاؤ ناں تمہیں کیسا نہیں لگتا

اُگے ہیں ہم کسی بلے کے اندر  
خس و خاشاک پر رکھے ہوئے ہیں

مری فطرت انوکھی ہے کہ یہ بستی عجب خانہ  
یہاں کوئل مجھے کوئی بھی اک جیسا نہیں لگتا



☆☆☆☆☆

ہم اہل عشق خواب گھروں پر کہا نیاں  
لکھتے تھے تلیوں کے پروں پر کہا نیاں

یہ کون اتنے کرب سے تحریر کر گیا!  
پتھر کدے میں شیشہ گروں پر کہا نیاں

اب پیار، عشق اور محبت کو چھوڑ کر  
کاتب! لکھو ناں، اُجڑے سروں پر کہانیاں

افسانہ ء حیات کا یہ رنگ خوب ہے!  
مچھتی نہیں کبھی بے زروں پر کہا نیاں

آنکھوں کے ساحلوں پہ اک سیلاب آ گیا  
کوئل کی پڑھ کے دیدہ تروں پر کہانیاں

چلو دریا میں ہی ہم کو بہا دو  
ابھی تک خاک پر رکھے ہوئے ہیں

جبیں عشق کو تل اب بھی تیرے  
دیار پاک پر رکھے ہوئے ہیں  
(☆☆☆☆)

☆☆☆☆☆

کیا بتاؤں جو مجھ پہ مٹی پھر  
دل کی اُجڑی ہے راج مٹی پھر

کاش آنکھوں کے جام بھر لاتا!  
اور میں کھونٹ کھونٹ مٹی پھر

وہ جو ہا راتوں میں بھی دل ہاری  
لوگ تو کہہ رہے تھے جیتی پھر

مند مل ہو سکا نہ چین آیا!  
زخم ایسا نہ تھا کہ سیتی پھر!

جبر بھی جیسے موت جیسا ہے!  
وصل ہوتا تو کتنا جیتی پھر!

☆☆☆☆☆

یہ دل ملنے کی شہر یار میں ضد باندھ لیتا ہے  
کہ بچہ جس طرح بازار میں ضد باندھ لیتا ہے

کسی انجان رستے سے کوئی آہٹ نئی سن کر!  
پرندہ اجنبی دینار میں ضد باندھ لیتا ہے

اے کیسے بتاؤں لڑکیاں خود کچھ نہیں کہتیں  
وہ میرے زعم کے انکار میں ضد باندھ لیتا ہے

اے کہتا محبت ہو تو پھر ضد کی نہیں جاتی  
جو مجھ سے بے وجہ بے کار میں ضد باندھ لیتا ہے

محبت اس سے کرنی ہے محبت اس سے کرنی ہے  
دلِ ناداں اسی تکرار میں ضد باندھ لیتا ہے

مجھ کو ایسی محبت نہیں چاہیے۔۔۔۔

جس میں خواہش تو ہو

جس میں شدت نہ ہو

جس میں چاہت تو ہو

جس میں عزت نہ ہو

بس ہوتن کی طلب!

من کی قیمت نہ ہو

جس میں کوئی لگن نہ ہو

قربت نہ ہو۔۔۔

جیسے تاجر کا سودا، ہو بازار میں

صرف شہرہ سرخیاں جیسے اخبار میں

جیسے فلموں ڈراموں کا منظر کوئی

دل کے اندر کوئی اور باہر کوئی

چار دیواری

بے چھت نہیں چاہیے

مجھ کو ایسی محبت نہیں چاہیے

☆☆☆☆☆

شکستہ خواب کو زندان میں رکھا ہوا ہے

پھنڑ جانے کا خدشہ دھیان میں رکھا ہوا ہے

نہ پوچھو کیا گزرتی ہے ہر اک ساعت! قیامت

ترا ملنا کسی بیان میں لکھا ہوا ہے!

بھائی کچھ نہیں دیتا مجھے تو، جزو تمہارے

محبت نے مجھے نقصان میں رکھا ہوا ہے!

تمہارے لمس کی خوشبو اسے مہکا رہی ہے

وہ سوکھا پھول جو گلدان میں رکھا ہوا ہے

مجھے درکار ہے تیری رفاقت مدتوں سے  
مجھے کیا تم نے اس امکان میں رکھا ہوا ہے

تعلق گر نبھانا ہے تو پھر کھل کر نبھاؤ تم!  
یہ کیا بے وصل کے احسان میں رکھا ہوا ہے  
﴿☆☆☆☆﴾

محبت نام کی چڑیا.....

بہت خوش رنگ ہوتی ہے  
مگر مچا کیسی ہے  
مگر عیار کیسی ہے  
بہت شاداب لہجے میں... بولاتی ہے  
نبلا کر مسکراتی ہے  
چمک آنکھوں کی ایسی ہے  
دلوں کو ٹوٹ لیتی ہے  
خرد سے جنگ کرتی ہے  
یہ کتنا تنگ کرتی ہے  
مگر دام رسائی بھی اسے اچھا نہیں لگتا



کسی پنجرے میں رہنا بھی

اسے ہرگز نہیں بھاتا

کبھی بھی اک جگہ رہنا

اسے کوئل نہیں آتا

محبت نام کی چڑیا

بہت خوش رنگ ہوتی ہے

مگر مغرور کتنی ہے؟

پہنچ سے دور کتنی ہے...؟

﴿☆☆☆☆﴾

☆☆☆☆☆

یہ نہ ہو جسم اذیت کی لحد کو پہنچے

غیب سے کوئی فرشتہ ہی مدد کو پہنچے

ایک معیار بنا رکھا ہے نفرت کے لئے

کیسے ممکن ہے کوئی آخری حد کو پہنچے

رائیگاں عشق کیا تو نے ہمیں ایسے کہ ہم

آخر کار اسی لمحہ رد کو پہنچے

خاک در خاک بھٹکتے ہوئے مر جاتے ہیں

کب اسیران جنوں بامِ خرد کو پہنچے

مجھ کو خدشہ تھا عدو مارنے والے ہیں مجھے  
میرے احباب مرے قتلِ عمد کو پہنچے

منصفا! جنسِ محبت کے خریدار یہاں  
جتنے پہنچے ہیں سبھی نیتِ بد کو پہنچے

زندگی تیرے تعاقب میں رہے سرگرداں  
ہائے کیا لوگ تھے جو شہرِ ابد کو پہنچے  
﴿☆☆☆☆﴾

### منفرد اشعار----

عشق میں عمر کی تخصیص کہاں ہے کوئی  
دل ہے سینے میں تو آخر کو ہڑک سکتا ہے



کوئی تحریر میں کیسے لگاؤں اپنے قافل پر  
محبت چھوڑ جائے جو مرے رخسار کے گل پر



گالوں کو جھو ا جب نرمی سے تو لمسِ حرارت والا تھا  
اس سرد ہوا کے جھوکے کا انداز تمہارے جیسا ہے



کہیں سازش نہ ہو یہ ہجرتوں کی  
زُتیں آئی ہیں مجھ کو پُرسہ دینے



ہُت بُرا کیا ہے مدعائے دل کہہ کر  
کبھی کبھی کے دُعا اور سلام سے بھی گئے

کس طرح میں ترے معیار پہ پورا اُتروں  
میں تو خود اپنی توقع کے مطابق بھی نہیں

☆

بس ایک بار محبت نے اہتمام کیا  
پھر ایک عمر محبت سے اہتمام کیا

☆

میں اس قدر تو اکیلی تھی اپنی بستی میں  
میں کھو گئی تو کوئی دھونڈھنے نہیں نکلا

☆

افلاک کو مفتوح بنا لے بھلے انسان  
تقدیر بڑی چیز ہے تدبیر کے آگے

☆

کہیں سے دھونڈ کر لا دو سکون کی شاہیں  
کئی دنوں سے یہ موسم اداس کرتا ہے

شبِ فراق عجب جس تھا فضاؤں میں  
خبر نہیں ہے کہ میرا چراغ کیسے بجھا۔؟

☆

نہ منت سے نہ محنت سے ہمیں یہ زعم ہے کہ ہم  
فقط اک مسکراہٹ سے دلوں کو لوٹ لیتے ہیں

☆

میں ہی ہر بار ہجر تیں جھیلوں؟  
میرا اتنا بُرا ستارا ہے؟

☆

بڑی تلخیوں سے اُٹی ہوئی میری راہگوارِ حیات ہے  
کہ ذرا سے جینے کے شوق میں کئی بار مرنا پڑا مجھے

☆

ہر سال مناتے ہیں بہت شوق سے کوئل  
لوگوں کیلئے بن گئی تہوارِ محبت!!!

بتا اے خواب کہ شیدائی کیا کہوں تجھ کو  
ذرا سے شوق کی خاطر اجاڑ لی آنکھیں

☆

اُداس ہو کے یہ آنسو سوال کرتے ہیں  
کہ وہ ستمبر اب رُلا نے بھی نہیں آتا

☆

محبت بھی کوئی صندل کی لکڑی ہے  
سُگتی ہے مگر کتنا مہکتی ہے

☆

ذرا سے شوق کی خاطر اُڑ جانا نہیں اچھا  
ولا...! تجھ کو محبت کی اجازت میں نہیں دوں گی

☆

میں صبح و شام کی اس نوکری سے تھک گئی کوئل  
تری یادوں کے دفتر میں مجھے چھٹی نہیں ملتی

کوئل ہم اہل ہجر وہ پامالِ عشق ہیں  
تغیر ہم سے وصلِ شبِ نو نہیں ہوئی

☆

اُس درِ شوق پہ سر رکھ کے طلب کر کوئل  
دیر سے ہی سہی آخر کو خدا مانتا ہے

☆

دکھ کو صدقہ ہی سمجھ اپنی ہنسی کا کوئل  
دل میں تھوڑی سی خوشی تھوڑی غمی رہنے دے

☆

یہ نماز کوئل نہیں کوئی !  
وہ قضاء ہے جو نہ ادا ہوئی !  
ہے عجیب " فرض " یہ زندگی  
جو ادا ہوئی وہ قضاء ہوئی